ہر اتوار کو روزنامہ اسلام کے ساتھ شائع ہوتا ہے
اتوار ۱۹ شوال المکرم ۱۴۴۵ھ
مطابق ۲۸-اپریل ۲۰۲۴ء

بچوں کا اسلام

1132
پاکستان کا سب سے زیادہ شائع ہونے والا بچوں کا مقبول ترین ہفت روزہ

ایک خواب

قیمت: ۴۰ روپے

عبایہ اور برقعہ کی شان اور پاکیزگی
aci
Taharā
Abaya Washing Liquid
لتنظيف لعبايه
طہارہ
عبایہ واشنگ لیکوئیڈ
Imtiaz پر دستیاب ہے

القرآن

زیادہ عزت والا

لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو اور خدا کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے، بے شک خدا سب کچھ جاننے والا (اور) سب سے خبردار ہے۔

(سورۂ حجرات: آیت ۱۳)

الحدیث

حسنِ معاشرت

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں میرا ایک غلام تھا۔ میں نے کسی وجہ سے اسے سخت سست کہہ دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تنبیہ کی اور فرمایا: ’’تیرے اندر ابھی تک جہالت باقی ہے، جو خود کھاؤ غلاموں کو وہی کھلاؤ، جو خود پہنو غلاموں کو بھی وہی پہناؤ۔

(صحیح بخاری)

کتابوں کی زکوٰۃ

دستک

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

پچھلے کچھ برسوں میں ہم نے اسلام پبلی کیشن کے تحت بھی کئی کتابیں چھاپی ہیں اور ذاتی حیثیت سے بھی۔ چونکہ یہ کتابیں مالِ تجارت ہے تو ہر سال ان کی زکوٰۃ نکالنی ہوتی ہے۔

ہر سال مالِ تجارت کی جو زکوٰۃ بنتی وہ ہم نقد ہی ادا کیا کرتے ہیں مگر اس بار نیت کی کہ کتابوں کی زکوٰۃ میں کتابیں ہی دیں گے۔ ایک تو نقد رقم تھی نہیں، دوسرا یہ بھی کچھ علماء کرام سے سنا کہ مالِ تجارت کی زکوٰۃ میں اصل یہی ہے کہ مال ہی دیا جائے۔

خیر اس کے لیے ہم نے فیس بک پر ایک پوسٹ کی کہ اگر آپ کا کوئی ایسا چھوٹا تعلیمی ادارہ ہے جس میں مستحق زکوٰۃ طلبہ موجود ہیں تو انھیں کتابیں بھجوائی جاسکتی ہیں۔

ہمارے پاس نوعمر بچوں اور خواتین دونوں طبقات کے لیے اصلاحی اور تفریحی بہترین کتابیں ہیں۔ نیز مشہور خاص نمبر جیسے اَلف نمبر وغیرہ بھی بھجوائے جاسکتے ہیں، جیسا کہ پچھلے رمضان میں ایک خاتون نے ساڑھے تین لاکھ کے چھے سو الف نمبر کم وسائل والے قارئین کو تحفتاً بھجوائے تھے۔

خیر ہم نے اس کے لیے درج ذیل دو شرائط رکھیں:

۱۔ کتابیں ادارے ہی کو اس کے نام پر بھیجی جائیں گی، فرد کو ایک ایک کتاب نہیں بھیجی جاسکتی، اس میں بہت مشکل پیش آئے گی۔

۲۔ کتابوں کا ڈاک خرچ ادارے کو خود برداشت کرنا ہوگا۔

اس کے لیے ایسے غیر معروف چھوٹے ادارے جن کے ہاں مستحق زکوٰۃ طلبہ پڑھ رہے ہیں، اپنے ادارے کا نام، پتا، سرپرست کا نام اور طلبہ کی تعداد لکھ کر ہمیں بھیج دیں۔ ہم کوشش کریں گے کہ انداز ے سے سب کو تھوڑی تھوڑی کتب بھیج دیں۔

ہمارا خیال یہ تھا کہ دس بیس اداروں کے نام آجائیں گے، جنھیں ہم پانچ پانچ کتابیں بھیج دیں گے اور یوں ہماری زکوٰۃ بھی ادا ہوجائے گی اور ملک بھر کے سیکڑوں نادار طلبہ کا بھلا بھی ہوجائے گا۔

یہ خیال بھی تھا کہ اگر زیادہ نام آگئے تو کچھ ایسے ساتھی پبلشرز کو ترغیب دیں گے جن سے کتابوں کی زکوٰۃ ادا کرنے میں غفلت ہوجاتی ہے۔ کیونکہ عام طور پر تجار اور خصوصاً پبلشرز حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ مالِ تجارت کی زکوٰۃ نقد ہی دی جاسکتی ہے۔ اس فاسد خیال کی وجہ سے عمومی طور پر تجار حضرات سے زکوٰۃ کے فریضے کی ادائی میں غفلت ہوجاتی ہے کیونکہ بیوپاری حضرات کے پاس نقدی تو عموماً ہوتی نہیں، پیسہ کاروباری سرکل میں گھوم رہا ہوتا ہے۔

اب جب ہماری پوسٹ کے توسط سے پتے آجائیں گے تو طرفین کا یہ فائدہ ممکن ہوگا کہ کوئی اور پبلشر بلکہ عمومی طور پر بھی کوئی زکوٰۃ دینا چاہے گا تو اس کے سامنے ایک مستند فہرست ہوگی۔

خیر ہم نے پوسٹ کی تو حیران رہ گئے کہ توقع کے خلاف پوسٹ وائرل ہوگئی۔ چند ہی گھنٹوں میں ملک عزیز کے طول وعرض میں پھیلے سیکڑوں چھوٹے چھوٹے مکاتب ومدارس کے پتے آگئے۔ گنے تو نہیں لیکن ان باکس اور کمنٹس کی صورت یہ تین سو سے اوپر پتے تو ہوں گے۔ کسی ادارے میں پندرہ طالب علم تو کسی میں پچاس۔ ان پتوں میں وطن عزیز کے انتہائی دور دراز اور دشوار ترین مقامات کے مدارس مکاتب زیادہ تھے۔ ایسے دیہی علاقے جن کے نام بھی ہم نے پہلی بار سنے تھے۔

ہم نے شرائط اس طرح رکھی تھیں کہ کوئی بھی بوگس پتا نہ تھا اور سب بہت ہی اچھے اور مخلص لوگ لگ رہے تھے جو نہایت کم وسائل میں اپنے اپنے علاقوں میں علم کی شمع روشن کیے ہوئے ہیں۔

خیر اب ہم حسبِ عادت گھبرا گئے اور لگے مختلف پبلشرز کو پیغام بھیجنے کہ جناب! ہمارے توسط سے ایک فہرست تو بن ہی گئی ہے، جس سے آپ لوگوں کے لیے آسانی ہوگئی ہے، براہ کرم سب بیس بیس تیس تیس ادارے اپنے ذمے لے لیں تو ایک بہت اچھا کام ہوجائے گا۔

ایک پبلشر دوست کے علاوہ مگر باقی کسی نے بھی کچھ خاص ردعمل نہیں دیا۔

اِدھر پتوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ اب سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیسے اتنے سارے احباب سے معذرت کی جائے جنھوں نے ہم سے توقع باندھ لی ہے۔ پبلشر دوست اور ہم ملا کر بیس تیس اداروں میں تو کتابیں بھیج سکتے ہیں لیکن!

پھر ایک خیال آیا کہ ہمارے قارئین میں سے جو لوگ زکوٰۃ یا عطیات ہی کی مد میں اِن چھوٹے غیر معروف مکاتب ومدارس کو کتابیں بھیجنا چاہیں تو ہماری فہرست سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ خود مارکیٹ سے بھی اپنی پسند کی دینی کتب یا اصلاحی کہانیوں کی کتب خرید کر انھیں بھیجا جاسکتا ہے۔ اور اسلام پبلی کیشن کی بہترین کتابیں جو بچوں کا اسلام اور خواتین کا اسلام کی کہانیوں کے مجموعے ہیں، وہ بھی ہمارے توسط سے بھیجے جاسکتے ہیں۔

فہرست لینے یا کتابیں بھجوانے کے لیے اگر کوئی چاہے تو (03424198208) پر واٹس ایپ رابطہ کرسکتا ہے، شکریہ!

خوش رہیں۔

والسلام

محمد فیصل شہزاد

مفتی اعظم رحمہ اللہ سے یادگار ملاقات

مفتی آصف محمود قاسمی

خودتو میں آج تک نیک نہ بن سکا، البتہ نیک لوگوں سے والہانہ عقیدت ومحبت بچپن ہی سے مادرِ علمی جامعہ قاسمیہ (رحمن پورہ۔ لاہور) کی بدولت ہوگئی تھی۔ میرے طالب علمی دور کے روزنامچے انہی روئیدادوں سے بھرے ہوئے ہیں کہ آج فلاں عالم سے ملاقات ہوئی اور آج فلاں بزرگ کی دست بوسی کا شرف حاصل ہوا۔

نیک لوگوں سے نسبت کا کوئی موقع ضائع نہ جانے دیتا۔ خواہ شاگردی کا ہو یا ان کے سنگ سفر کرنے کا، حتیٰ کہ زندگی کے ہمسفر کے چناؤ میں بھی یہی جذبہ کارفرما رہا۔

عمرے کا سفرتو ویسے ہی بڑا متبرک ہے، مگراس میں بھی میری تمنا اور کوشش یہی رہی کہ یہ سفر بھی کسی اللہ والے کی معیت میں ہوتا کہ اس سفر کی برکات زیادہ ہوجائیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے حرمین شریفین کی تین مرتبہ حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔

پہلے دو اسفار میں اپنے استاذ ومربی مولانا شاہ محمد صاحب رحمہ اللہ کی معیت نصیب ہوئی، اور تیسرا سفر اپنے استاذ وسسر مفتی محمد عیسیٰ خان صاحب گورمانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی سنگت میں ہوا۔

پھر مجھ پر منجانب اللہ کرم بالائے کرم یہ بھی ہوجاتا کہ بیت اللہ اور مسجد نبوی شریف کی حاضری کے دوران میں نعمت غیر مترقبہ کے طور پر بہت سارے علماء صلحاء کی زیارت نصیب ہوجاتی۔

یہ دوسرے سفر مئی ۲۰۰۴ء کی بات ہے۔ میں مدینہ منورہ کی معطر ومنور فضاؤں سے اپنی بساط کے مطابق محظوظ ہو رہا تھا۔

ایک روز نمازِ عصر کے بعد مسجد نبوی شریف کے چھتریوں والے صحن میں میری نگاہ حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ پر پڑ گئی، جو بڑے والہانہ انداز سے روضہ اقدس کو دیکھ رہے تھے۔

ساری مصروفیات چھوڑ کر حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں بیٹھ گیا۔ حضرت نے بہت خوش گوار موڈ میں خوش آمدید کہا۔ سلام دعا اور تعارف کے بعد حضرت دھیمے اور شیریں لہجے میں اکابر بالخصوص مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے تقوی کے واقعات سنانے لگے۔

کافی دیر تک آنکھیں آپ کے نورانی چہرے کی زیارت اور کان آپ کے لہجے کی مٹھاس سے محظوظ ہوتے رہے۔

جب مجلس برخاست ہونے لگی تو میں نے حضرت سے درخواست کی اس مبارک ومسعود جگہ پر آپ سے اجازت حدیث کا متمنی ہوں۔ آپ نے جس شفقت بھرے لہجے میں جواب دیا، اس کی حلاوت آج بیس برس گزر جانے کے باوجود محسوس کر رہا ہوں۔

فرمانے لگے: بہت اچھی بات ہے۔ میں اپنی مطبوعہ سند ساتھ لایا ہوا ہوں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کل اسی جگہ بعد ظہر سند سمیت موجود ہوں گا۔ آپ تشریف لے آئیے گا۔ آپ کی خواہش پوری کردوں گا۔“

چنانچہ اگلے روز جب میں مقررہ جگہ پر اپنے دوست حاجی انیس صاحب کے ہمراہ پہنچا تو حضرت مفتی صاحب کو پہلے سے وہاں موجود پایا۔

آپ نے جس انداز سے استقبال کیا، اس نے مجھے شرم سے پانی پانی کردیا کہ ایک مفتی اعظم ایک ادنیٰ سے طالب علم کے لیے جس سے نہ کوئی جان نہ پہچان، دیدہ ودل فرش راہ کیے ہوئے ہے۔

سلام ودعا کے بعد آپ نے سب سے پہلے حدیث مسلسل بالاولیت (یعنی وہ حدیث جس کو صحابی رسول سے لے کر آج تک ہر تلمیذ نے اپنے شیخ سے سب سے پہلے پڑھا) پڑھائی، پھر عمومی طور پر تمام کتب احادیث کی اپنے تمام شیوخ سے اجازت مرحمت فرمائی۔

پھر اپنے قلم سے سند کی ابتدا میں میرا نام مع ولدیت تحریر فرمایا اور آخر میں اپنے دستخط ثبت فرمائے۔

فرطِ مسرت سے میری حالت دیدنی تھی۔ میرا رُواں رُواں بارگاہ ایزدی میں شکر بجا لا رہا تھا۔ کبھی اپنے نامہ اعمال کی سیاہی کو دیکھتا اور کبھی اس عظیم الشان نعمت کو، جس کے معلم اوّل حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ سلم تھے، اور تلامذہ وہ نفوس قدسیہ جن کو دنیا ہی میں رضائے الٰہی اور جنتی ہونے کا سرٹیفکیٹ مل گیا تھا۔

حضرت سے اس سے پہلے بھی متعدد ملاقاتیں تھیں، اور بعد میں بھی زیارت کا موقع ملتا رہا۔ لیکن اس یادگار ملاقات کے نقوش دماغ کی لوح پر ایسے ثبت ہوئے کہ آج بیس برس بعد یہ احوال لکھتے ہوئے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ جیسے کل کی بات ہو۔

☆☆☆

جواہرات سے قیمتی

☆...... پوچھا گیا جنت کتنی دور ہے؟

فرمایا: قدم پر ہے، پہلا قدم نفس پر رکھ دو، دوسرا قدم جنت میں ہے۔

☆...... جو شخص اپنا راز پوشیدہ رکھتا ہے گویا اپنی سلامتی کو اپنے قبضے میں رکھتا ہے۔

☆...... درگزر سے ماضی تو نہیں بدل سکتا لیکن مستقبل خوشگوار ضرور بن جاتا ہے۔

☆...... دلچسپی کو عادت مت بننے دیں، کیونکہ عادت بڑھ کر طلب بن جاتی ہے اور طلب بڑھ کر انسان کی کمزوری بن جاتی ہے۔

☆...... کم گوئی میں حکمت، کم خوری میں صحت اور لوگوں سے کم ملنے جلنے میں عافیت ہے۔

☆...... غصے کے وقت تھوڑا رک جائیں اور غلطی کے وقت تھوڑا جھک جائیں زندگی آسان ہوجائے گی۔

حفصہ عبدالرحیم

خط کتابت کا پتا: دفتر روزنامہ اسلام، ناظم آباد، کراچی bkislam4u@gmail.com, 021 366 099 83

ادارہ روزنامہ اسلام کی تحریری اجازت کے بغیر بچوں کا اسلام کی کوئی تحریر کہیں شائع نہیں کی جاسکتی۔ بصورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی کرنے کا حق رکھتا ہے۔

سالانہ زرتعاون: اندرون ملک 2000 روپے بیرون ملک ایک میگزین 25000 روپے دو میگزین 28000 روپے انٹرنیٹ: www.dailyislam.pk

کرکٹ جمہوریہ

غالب امکان یہی ہے کہ غالب صاحب کے زمانے میں کرکٹ نہیں ہوتی تھی، اسی لیے بے چارے پہلو میں دل کا شور سنتے سنتے ہی دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ہوسکتا ہے کہ غالب صاحب نے جن ہزار خواہشوں کا ذکر کیا ہے ان میں سے آخری خواہش کرکٹ ہو اور اسی پر ان کا دَم نکل گیا ہو اور پھر واپس نہ آیا ہو۔ بہر حال اگر آج کے دور میں غالب صاحب ہوتے تو دل کے شور کو بھول کر کرکٹ کے شور میں گم ہو چکے ہوتے اور وہ عشق بھی بدنام ہونے سے بچ جاتا جس کی وجہ سے غالب صاحب نکمے ہو گئے تھے۔

کرکٹ کو شرفا کا کھیل کہا جاتا ہے (اس کا مطلب ہے کہ باقی سب بدمعاشوں کے کھیل ہیں!) اور یہ صرف اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ گوروں نے شروع کی تھی۔ اور گوروں کی شرافت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ برصغیر کے مسلمان مزاحمت نہ کرتے تو یہ گورے ابھی تک برصغیر میں اپنی شرافت کے مظاہرے کر رہے ہوتے۔

مثل مشہور ہے کہ جنات اور ٹائیفائیڈ بخار جاتے جاتے اپنی کوئی نہ کوئی نشانی ضرور چھوڑ جاتے ہیں۔ یہ بات یقین سے نہیں کہی جاسکتی کہ اس مثل میں کہاں تک صداقت ہے مگر گوروں نے جاتے ہوئے جو نشانیاں چھوڑیں ان میں 'لنڈے کے انگریز' اور ''کرکٹ'' سرفہرست ہیں۔

انگریز بننے کے شوق میں بہت سے ''دیسی کوے''، ''ولایتی کووں'' کی چال چلنے کے چکر میں اپنی چال بھی بھول جاتے ہیں۔ انگریزی آئے یا نہ آئے مگر منہ کو ٹیڑھا کرنا ضرور سیکھ جاتے ہیں اور پھر اردو اور پنجابی بھی ایسے بولتے ہیں جیسے لقوے کا شکار ہو گئے ہوں۔

بات خواہ مخواہ کرکٹ سے انگریزی کی طرف نکل گئی حالانکہ اکثر طلبہ اس سے پناہ مانگتے ہیں۔ بات شرفا کے کھیل کی ہو رہی تھی۔ پاکستان میں بھی شرفا کی کمی نہیں ہے بلکہ ان دنوں ملک شرفا کے مکمل کنٹرول میں ہے۔ پاکستان دنیا کا وہ واحد ملک ہے جو نہ صرف شرفا میں خود کفیل ہے بلکہ وقتاً فوقتاً دوبئی، لندن اور امریکا کو برآمد بھی کرتا رہتا ہے۔ بعض شرفا اُن کے اعلیٰ معیار پر پورا نہیں اترتے تو انھیں معائنے کے بعد واپس پاکستان بھیج دیا جاتا ہے۔

بہر حال دوبارہ شرفا کے کھیل کی طرف آتے ہیں۔ اگر دنیا کے نقشے پر غور کریں تو ''اسلامی جمہوریہ'' اور ''عوامی جمہوریہ'' طرز کے ممالک تو نظر آتے ہیں مگر اتنی بڑی دنیا میں ''کرکٹ جمہوریہ'' کا وجود نظر نہیں آتا جو کہ ایک المیہ ہے۔

محمد شاہد فاروق

آپ خود سوچیے کہ اگر دو قومی نظریے کی بنیاد پر ''اسلامی جمہوریہ'' بن سکتا ہے تو ''ایک گیمی نظریے'' کی بنیاد پر ''کرکٹ جمہوریہ'' معرضِ وجود میں کیوں نہیں آسکتا......؟

اگر کسی کے ذہن میں یہ خیال ابھر رہا ہو کہ ''کرکٹ جمہوریہ'' کے قیام کے اسباب کیا ہوں گے؟ تو سیدھی سی بات ہے کہ جب ڈاکٹر کو آپریشن کے دوران چپکے چپکے میچ کا اسکور معلوم کرنا پڑے، کسی وکیل کو پیشی کے دوران جج صاحب سے نظر بچا کر کرکٹ میچ کا ایس ایم ایس پڑھنا پڑے، پسندیدہ بیٹسمین کی بیٹنگ چھوڑ کر استاد صاحب کو پیریڈ لینا پڑے، فائنل میچ چھوڑ کر طلبہ کو اسکول جانا پڑے تو کیا یہ سب ''توہینِ کرکٹ'' نہیں ہے!؟

کیا یہ کرکٹ کے متوالوں کی حق تلفی نہیں ہے؟

یہی وہ جوہ ہیں جن کی بنا پر ''کرکٹ جمہوریہ'' کا قیام ناگزیر ہو گیا ہے۔ ''کرکٹ جمہوریہ'' میں کرکٹ کو مریض، مقدمہ اور تعلیم پر مقدم سمجھا جائے گا اور ''کرکٹ جمہوریہ'' میں تمام کام چھوڑ کر میچ دیکھنے والوں کو آئینی تحفظ دیا جائے گا۔

جس طرح ''اسلامی جمہوریہ'' کے لیے نوجوانوں میں عقابی روح بیدار کرنے کی ضرورت تھی اور اس مقصد کے لیے علامہ اقبالؒ نے نوجوانوں کو خودی کا درس دیا، اسی طرح ''کرکٹ جمہوریہ'' کے لیے نوجوانوں میں ''جواری روح'' بیدار کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ان میں ضمیر فروشی کا جذبہ پیدا کیا جاسکے۔ کوئی بھی اپنی شاعرانہ کوششوں سے کرکٹ کو خودی سے دو تین انچ بلند کر کے ''کرکٹ جمہوریہ'' کے علامہ اقبال کا مرتبہ حاصل کرسکتا ہے۔ نمونے کے لیے شعر حاضر ہے۔

کرکٹ کو کر بلند اتنا کہ ہر میچ سے پہلے
حکومت عوام سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

کچھ مخالفین کا سوال ہے کہ ''کرکٹ جمہوریہ'' سے عوام کو کیا فائدہ ہوگا؟ انکل سوچ دین جو کہ ''کرکٹ جمہوریہ'' کے سرگرم جیالے ہیں، انھوں نے واضح کیا کہ ''اسلامی جمہوریہ'' ہو یا ''کرکٹ جمہوریہ'' عوام تو عوام ہی رہیں گے۔ جس طرح مزاروں کے لیے کھلنے والے پھول مالاؤں میں نہیں سجائے جاسکتے، اسی طرح عوام کو روٹی، کپڑا اور مکان دے کر اُن کی غربت اور محرومی بھی ان سے چھینی نہیں جاسکتی۔

''کرکٹ جمہوریہ'' کے قیام کے لیے انکل سوچ دین نے قائداعظم کے چودہ نکات کی طرح اپنے چند نکات پیش کر دیے ہیں جو ''کرکٹ جمہوریہ'' کے قیام میں سنگِ میل ثابت ہوسکتے ہیں۔ نکات درج ذیل ہیں:

۱۔ کرکٹ جمہوریہ میں جوئے کو آئینی حیثیت حاصل ہوگی۔

۲۔ تمام اسکولوں اور کالجوں کی جگہ کرکٹ اسٹیڈیم تعمیر کر دیے جائیں گے۔

۳۔ کام کام اور کام کی بجائے کھیل، کھیل اور کھیل کرکٹ جمہوریہ کا نصب العین ہوگا۔

۴۔ نوجوانوں کو جوئے اور ضمیر فروشی کی خاص تربیت دی جائے گی۔

۵۔ ہر نوجوان کو میچ کے دوران جوا جیتنے کے لیے ''ٹک ٹک کرنے'' اور نو بال پھینکنے کی مکمل آزادی ہوگی۔

۶۔ دورانِ میچ ایمان داری کا مظاہرہ کرنے والوں کو سخت سزا دی جائے گی۔

آخر میں انکل سوچ دین کے مخالفین کے لیے مشورہ ہے کہ وہ کسی پرانی ایمبولینس کا بندوبست کرلیں تاکہ ''کرکٹ جمہوریہ'' کے قیام کے بعد انھیں قائداعظم کی طرح اس پرانی ایمبولینس میں ڈال کر اسپتال کی بجائے اوپر پہنچا سکیں۔ شکریہ!

ایک خواب

اُمِ محمد سلمان

کوکب بھی ہر چیز کی کھوج میں پڑ جاتی تھی۔ خدا جانے کہاں سے سن کر آ گئی اور اب اماں کے کان کھائے جا رہی تھی کہ ہمیں منکر نکیر سے ملوا دو۔

اماں بے چاری تو حق دق رہ گئیں، بولیں: ''اری بٹیا! ہمارے بیاہ کے دس سال بعد تو تم بڑی منتوں مرادوں سے پیدا ہوئیں اور ابھی سے منکر نکیر سے ملنے کی آرزو ہو گئی تمھیں۔ ابھی عمر ہی کیا ہے لاڈو! پہلے ہم سے تو جی بھر کے مل لو۔ ابھی سے کیوں مرنے کی پڑ گئی تمھیں، کچھ دن تو ماں باپ کی آنکھیں ٹھنڈی رہنے دو۔ خواہ مخواہ ہی مرنے کا شوق ہو گیا اتنی سی عمر میں۔''

''ہائے اماں! مرنے کا شوق کسے ہے بھلا ابھی تو ہم نے تمھارے ہاتھ کے بنے آلو کے پراٹھے بھی نہیں کھائے۔ ابھی سے کیوں مرنے لگے ہم؟'' کوکب آنکھیں پھیلا کر بولی۔

''بٹیا! آلو کے پراٹھے تو گھنٹے بھر میں تیار ہو جائیں گے تو کیا انھیں کھاتے ہی تم مر جاؤ گی؟ موت کا پروانہ ہاتھ میں لیے پھر رہی ہو کیا؟''

اماں آٹا گوندھنا چھوڑ، گال پر انگلی رکھے حیرت سے اپنی بٹیا کو دیکھے جا رہی تھیں۔

''بھئی اماں! ہم نہیں مر رہے۔ سچی بات ہے مرنے سے تو ہم کو بہت ڈر لگتا ہے۔''

کوکب نے بہت کو خوب کھینچا۔

''پھر منکر نکیر سے کیسے ملو گی بٹیا؟ ان سے تو مرنے کے بعد قبر ہی میں ملاقات ممکن ہے۔ قبر میں آتے ہیں سوال جواب کرنے۔''

''ہائے اماں! قبر میں اکیلے نہیں جائیں گے ہم۔ قسم اللہ پاک کی ہمیں مرنے سے بڑا ہی ڈر لگتا ہے، سچی قبر میں تو ہم تمھیں ساتھ ہی لے کر جائیں گے اماں، کبھی بھی اکیلے نہیں جائیں گے۔''

''اری بھولی بٹیا! قبر کوئی نانی اماں کا گھر ہے جو میں تمھارے ساتھ چل پڑوں گی۔ قبر میں تو مرنے والا اکیلا ہی جاتا ہے میری بے وقوف شہزادی!''

انھوں نے اس کی ناک پکڑ کے ہلائی۔

''لیکن اماں، ہم اگر مر جائیں تو تم ہمارے ساتھ ہی چلنا، چلو قبر کے باہر ہی بیٹھ جانا۔ ہمیں تسلی تو رہے گی کہ اماں ساتھ ہیں ہمارے۔''

کوکب کے چہرے پہ حد درجہ معصومیت تھی، اماں کا دل تڑپ گیا۔ کھینچ کر سینے سے لگا لیا۔

''اری پگلی! کیا مرنے پہ تلی کھڑی ہے، کیوں ماں کا کلیجہ دہلائے دے رہی ہے نادان! اللہ تجھے لمبی عمر دے، خیر و برکت والی خوشیوں والی۔''

انھوں نے چٹ پٹ کئی بوسے لاڈلی کی پیشانی پر دے ڈالے۔

''ارے اماں! آپ تو بہت ہی سنجیدہ رنجیدہ ہو گئیں، ایمان سے ہم تو بس یونہی معلومات کر رہے تھے منکر نکیر کی۔ پتا ہے کل جب ہم ساری سہیلیاں نیم کے پیڑ تلے کھیل رہی تھیں تو سکینہ کہنے لگی کہ منکر نکیر ہمارے کندھوں پر بیٹھے رہتے ہیں اور سارا حساب کتاب لکھتے ہیں۔ ہم نے جو آمنہ کو ذرا سا دھکا دیا تو فوراً بولی، لکھا گیا بچو! اب پکڑی جاؤ گی۔ بس ہم تو اسی لیے منکر نکیر سے ملنا چاہ رہے تھے کہ جا کے ذرا اپنا حساب کتاب صاف کروا دیں، جو منکر نکیر نے پرچے پر لکھ لیا۔ ربڑ بھی ساتھ لے جائیں گے کہ لو بھیا پینسل سے لکھا ہے تو ربڑ سے صاف کر دو۔ اور اگر پکی روشنائی سے لکھ دیا تو پھر پرچا لے کر آپ کے پاس آ جائیں گے صاف کروانے کے لیے۔''

''آئے ہائے۔'' اماں نے ماتھے پر ہاتھ مارا۔ ''بٹیا تو تم کراماً کاتبین کی بات کر رہی ہو اور نام منکر نکیر کا لیے جا رہی ہو کب سے، ہمیں بھی الجھن میں ڈال دیا تم نے۔''

''سکینہ نے ہی منکر نکیر بتایا ہمیں۔ ورنہ ہمیں کیا پڑی تھی غلط نام لیتے پھرتے اماں!''

کوکب نے منہ بسورا۔

''ہم تمھیں بتاتے ہیں بٹیا! اللہ تعالیٰ نے دو فرشتے پیدا کیے ہیں جو ہمارے ساتھ ہوتے ہیں۔ دائیں طرف نیکی کا فرشتہ اور بائیں طرف بدی کا فرشتہ۔ دائیں طرف والا انسان کی نیکیاں لکھتا ہے اور بائیں طرف والا برائیاں لکھتا ہے۔ اور یہ دونوں بہت ہی معزز فرشتے ہیں، اور نام ہے ان کا کراماً کاتبین اب آیا سمجھ میں؟''

''سمجھ میں تو آ گیا اماں لیکن کیا سب کے کندھوں پر کراماً کاتبین بیٹھے ہیں جو ان کا حساب کتاب لکھتے ہیں؟''

''ہاں بٹیا! سب کے کندھوں پر بیٹھے ہیں۔'' اماں نے متانت سے جواب دیا۔

''تو پھر ہم اپنے کراماً کاتبین سے کیسے ملیں اماں؟ ہمیں تو نظر نہیں آ رہے۔''

اس نے اپنے دائیں بائیں دونوں کندھوں کی طرف دیکھا۔

اماں کو سمجھ میں نہ آیا اب اسے کیا جواب دیں سو کہہ دیا: ''بیٹی! اللہ سے دعا کرو خواب میں تمھیں کراماً کاتبین سے ملا دیں۔''

''ارے ہاں یہ ٹھیک ہے۔ ہم اللہ میاں سے دعا کر کے سوئیں گے رات کو۔''

کوکب خوش ہو گئی۔

''اب جلدی سے پراٹھے تو بنا لیں اماں! ہمیں بھوک لگی ہے اور پودینے، ہری مرچ کی

چٹنی بھی بنائی ہے نا؟''

''ہاں بیٹیا وہ بھی بنائی ہے، جاؤ ہاتھ دھوکر آؤ پھر کھانا۔''

اماں چولھے پر توا رکھتے ہوئے بولیں اور پہلا پراٹھا پکتے ہی اس کے آگے رکھ دیا۔

وہ وہیں چولھے کے پاس پیڑھی ڈال کر بیٹھ گئی۔ اماں سے باتیں بھی کرتی رہیں اور کھانا بھی کھاتی رہیں۔ آلو کے پراٹھے اگرچہ بہت لذیذ تھے مگر دماغ میں کراماً کاتبین نے ہی ہلچل مچائے رکھی۔

''ویسے اماں! اِن فرشتوں کا نام کتنا پیارا ہے ناں، کراماً کاتبین...... ہے نا؟''

اس نے ماں کی طرف تائیدی نظروں سے دیکھا۔

''ہاں بیٹی بہت پیارا نام ہے۔''

''تو پھر ہمارا نام بھی کراماً کاتبین رکھ دو نا اماں! یہ ہمیں بہت اچھا بہت پیارا لگ رہا ہے۔'' وہ لاڈ سے اٹھلائی۔

اماں نے اس کی طرف ایسے دیکھا جیسے اس کا دماغ چل گیا ہو۔

''بیٹی! کوئی تک کی بات بھی کرلیا کرو۔ ہم نے آج تک پوری تاریخ میں کسی انسان کا نام کراماً کاتبین نہیں سنا۔ تم عجیب گھن چکری ہو۔ اچھا بھلا اتنا پیارا نام رکھا تمھارا، کوکب روشن چمک دار ستارہ لیکن تمھیں نام بدلنے کی پڑی ہے۔''

''نہیں تو اماں! بس یوں ہی کہہ دیا۔ اچھا ناں چھوڑیں بس جانے دیں۔''

وہ کھوئی کھوئی سی دوبارہ کھانے میں مشغول ہوگئی۔

رات سونے لیٹی تو خوب خشوع وخضوع سے کراماً کاتبین سے ملنے کی دعا مانگی، اور وہ بھی کوئی قبولیت کی گھڑی تھی کہ اسی رات فرشتوں کی زیارت نصیب ہوگئی۔

صبح صادق کا وقت تھا۔ خوش گوار ہوا چل رہی تھی۔ ایک گھنے باغ کے درمیان سفید سنگ مرمر کی بڑی خوب صورت عمارت بنی ہوئی تھی۔ بڑے بڑے محرابی دروازوں اور موٹے موٹے گول ستونوں والی یہ عمارت دور ہی سے اپنی طرف متوجہ کر رہی تھی۔

کوکب جیسے کسی ڈور سے بندھی عمارت کی طرف کھنچتی چلی گئی۔ اندر قدم رکھا تو دائیں طرف گول سیڑھیاں بالا خانے کی طرف جاتی نظر آئیں۔ وہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آئی تو بڑا حسین منظر تھا۔ بالا خانے کی کھڑکیوں پر ہری بھری بیلیں لٹک رہی تھیں جن پر رنگ برنگے خوشبودار پھول لگے تھے۔ ساری فضا ان پھولوں سے معطر ہو رہی تھی۔ دائیں بائیں دو خوب صورت فوارے لگے تھے جن سے گرتی پانی کی بوچھاڑوں نے ماحول کو اور حسین بنا دیا تھا۔ وہیں ایک سفید پتھر کی بینچ پر دو خوب صورت نوجوان سفید بے داغ لباس پہنے بیٹھے نظر آئے جن کے چہرے انتہائی روشن، پرنور تھے۔ ابھی وہ یہ سب دیکھ ہی رہی تھی کہ غیب سے آواز آئی: ''یہی ہیں کراماً کاتبین، جاؤ جا کر مل لو۔''

کوکب ان کے قریب گئی اور بڑے جوش سے سلام کیا: ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ!''

پھر کچھ دیر انتظار کیا کہ وہ جواب دیں گے مگر وہ تو بس لکھنے ہی میں مصروف تھے۔ وہ تھوڑا اور قریب ہوئی اور بولی: ''میں نے آپ کو سلام کیا ہے فرشتے بھیا آپ جواب کیوں نہیں دیتے؟''

مگر وہ اس بار بھی خاموشی سے کچھ لکھنے میں مصروف رہے۔

کوکب نے ان کی گود میں رکھے رجسٹر کی طرف دیکھا تو حیران رہ گئی۔ وہ تو وہی کچھ لکھ رہے تھے جو وہ بول رہی تھی۔ ارے ارے فرشتے بھیا! میں تو آپ سے ملنے آئی ہوں مجھ سے بات کریں ناں، یہ سب کچھ کیوں لکھے جا رہے ہیں آپ؟ اور میں نے تو سنا تھا کہ فرشتوں کے پر بھی ہوتے ہیں لیکن آپ کے تو نہیں ہیں۔ کیا اللہ میاں نے بغیر پروں کے بنا دیا آپ کو؟''

فرشتے نے اس کی طرف دیکھے بغیر یہ جملے بھی لکھ دیے۔ اب تو کوکب کچھ کچھ پریشان سی ہوگئی اور سوچنے لگی:

''یا اللہ! یہ کیسی مخلوق ہیں نہ بات چیت کرتے ہیں نہ دیکھتے ہیں نہ کسی اعتراض کا جواب دیتے ہیں۔ بس لکھے جا رہے ہیں اور کوئی بات بھی نہیں چھوڑتے سب کچھ لکھ دیتے ہیں بس منہ سے نکلنے کی دیر ہے۔''

وہ تھوڑی دیر خاموش کھڑی رہی تو فرشتوں نے بھی قلم روک لیا۔

اس نے دوبارہ کہا: ''اللہ کا شکر ہے آپ لوگ فارغ تو ہوئے، دراصل میں اس دن کی بات رجسٹر سے صاف کروانے آئی ہوں۔ دیکھو فرشتے بھیا! میرا بالکل کوئی ارادہ نہیں تھا آمنہ کو الٹی سیدھی باتیں کہنے اور دھکا دینے کا، لیکن اس نے مجھے ستایا تو میں نے بھی ذرا سا بدلہ لے لیا۔ اب وہ کیچڑ میں جا گری تو میرا کیا قصور؟ ہیں بھیا بتاؤ ذرا کچھ ہے میرا قصور؟ میں تو بہت اچھی، بہت سیدھی سادی بچی ہوں ایمان سے، یقین نہ ہو تو اماں سے پوچھ لو چل کے۔'' فرشتوں کا قلم پھر حرکت میں آیا اور یہ ساری باتیں بھی لکھ دیں۔

اب تو کوکب وہیں سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

''یا اللہ! یہ تو کچھ بھی نہیں چھوڑ رہے، سب کچھ ہی لکھے جا رہے ہیں!''

وہ صبح اٹھی تو بہت مضمحل سی تھی۔ غم زدہ صورت بنائے ماں کے پاس آ بیٹھی۔

''کیا بات ہے کوکب رانی! بڑی اداس لگ رہی ہو؟ آج ناشتا نہیں کرنا کیا؟ روزانہ تو فجر

درود وسلام کے مسنون صیغے

۲۴

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''زادالسعید'' کے نام سے صلوٰۃ وسلام پر مشتمل چالیس صیغے جمع فرمائے۔

حضرت لکھتے ہیں: ''جو صیغے صلوٰۃ وسلام کے احادیث میں آئے ہیں اُن میں سے چالیس صیغے پیش ہیں جن میں سے پچیس صلوٰۃ کے اور پندرہ سلام کے ہیں۔''

انہی مسنون صیغوں سے ہر ہفتے درود وسلام کا ایک صیغہ پیش کیا جا رہا ہے۔

قارئین! انھیں یاد کیجیے، روزانہ پڑھنے کا اہتمام کیجیے اور اپنے دوستوں کو بھی یاد کروائیے۔ اس طرح درود وسلام کا اجر بھی ملے گا، تلاوت حدیث کا بھی اور چالیس احادیث یاد کرنے کروانے پر ازروئے حدیث قیامت کے دن علماء کرام کے ساتھ اٹھائے جانے کی بشارت کے مستحق بھی آپ بن جائیں گے۔ کیوں ہے نا مزے کی بات؟! (مدیر)

صلوٰۃ کا چوبیسواں صیغہ:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَ رَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ كَمَا جَعَلْتَهَا عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، وَ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

ملاحظہ:

سلام کے صیغے پندرہ تھے جو ابتدائی پندرہ اقساط میں مکمل ہو چکے ہیں۔

پڑھتے ہی بھوک بھوک کا شور مچا دیتی ہو، آج کیا ہوا؟''

اماں نے پیار سے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

''کوکب بے حس وحرکت سی انھیں دیکھے جا رہی تھی، پھر آہستہ آہستہ نین کٹوروں میں پانی بھرنے لگا اور پھر وہ اماں سے لپٹ کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔

انھوں نے بھی خوب رونے دیا، بس ہلکے ہلکے چمکارتی رہیں۔ جب ذرا جی ہلکا ہوا تو پوچھا: ''اب بتاؤ بھی بٹیا کیا ہوا؟''

پہلے تو کچھ دیر ہچکیوں پر قابو پاتی رہی پھر بولی: ''اماں! رات ہم نے خواب میں کراماً کاتبین کو دیکھا۔ وہ سب کچھ لکھتے ہیں اماں، کچھ بھی نہیں چھوڑتے۔ مطلب انھوں نے ہمارے سارے جھگڑے اور جھوٹے بہانے بھی لکھ رکھے ہوں گے جو ہم قاری صاحب سے کیا کرتے تھے۔''

اماں کو اس کی معصومیت پر پیار آ گیا، بولیں:

''ہاں بیٹا! اللہ میاں نے قرآن میں یہی بتایا ہے کہ وہ سب کچھ لکھتے ہیں کچھ بھی نہیں چھوڑتے، اور وہ صرف برائیاں ہی نہیں وہ بندے کی سب نیکیاں بھی لکھتے ہیں۔''

''لیکن اماں! انھوں نے بس میری ہی باتیں لکھی تھیں، سکینہ اور آمنہ کی تو کوئی بات نہیں لکھی پرچے میں۔''

اماں کو اس کے بھول پن پر بے ساختہ ہنسی آ گئی ''ارے پگلی! وہ تمھارے فرشتے تھے نا جو تم پر مقرر ہیں، سو تمھارا ہی حال لکھیں گے، تمھارے پرچے میں کسی اور کی باتیں تھوڑی لکھیں گے۔ دوسروں کی باتیں ان کے اپنے نامہ اعمال میں لکھی جائیں گی، اور انہی سے پوچھ ہوگی۔ ہاں تم اپنے اعمال نامے کو صاف کروانا چاہتی ہو تو اس کا ایک زبردست طریقہ بھی ہے!''

''وہ کیا اماں!'' وہ تجسس سے آگے کو جھک آئی۔

''توبہ استغفار، اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلو، اس کے بندوں کا حق مارا ہے تو ان سے معاف کروالو، اللہ تعالیٰ تمھارے پرچے سے صاف کر دیتے ہیں، حتیٰ کہ کراماً کاتبین کو بھی یاد نہیں رہتے وہ گناہ۔''

''واہ واہ بہت خوب اماں یہ تو واقعی بہت زبردست بات ہے۔''

کوکب بے انتہا خوش ہوگئی۔

''اچھا اماں ایک بات تو بتائیں، کیا سب لوگ جانتے ہیں کہ کراماً کاتبین سب کچھ لکھتے ہیں؟ کوئی بات نہیں چھوڑتے؟''

''ہاں بٹیا! سب جانتے ہیں کہ کراماً کاتبین ہمارے ساتھ رہتے ہیں اور ہمارے سب اچھے برے اعمال لکھتے ہیں۔ یہی اعمال نامہ قیامت کے دن ہمارے سامنے کیا جائے گا کہ لو پڑھو اور اپنی گزری زندگی کا احوال جانو۔''

''تو پھر سب لوگ ایک دوسرے پر ظلم زیادتی کیوں کرتے ہیں اماں! ایک دوسرے کا حق کیوں مارتے ہیں؟ اللہ میاں کی بات کیوں نہیں مانتے؟ نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ جھوٹ کیوں بولتے ہیں؟ پتا ہے اماں ہم مسجد میں سپارہ پڑھنے جاتے ہیں تو روزانہ قاری صاحب دل چھوٹا کرتے ہیں کہ مسجد میں اتنے کم نمازی آتے ہیں۔ لوگ نماز نہیں پڑھتے، ناپ تول میں کمی کرتے ہیں، ایک دوسرے کو دھوکا دیتے ہیں تو اللہ کا غضب کیوں نہ اترے ہم پر۔''

''ہاں بٹیا! یہی بات ہے۔ بندے اگر گناہوں سے باز نہیں آئیں گے، توبہ کر کے اپنی اصلاح نہیں کریں گے تو واقعی اللہ کے غضب کا شکار ہوں گے۔''

''اماں! مجھے خیال آ رہا تھا کہ اگر سب لوگوں کو کراماً کاتبین خواب میں نظر آ جائیں اور انھیں پتا لگ جائے کہ یہ فرشتے تو ہماری ساری باتیں اور حرکتیں لکھتے ہیں تو پھر سب نیک بن جائیں گے، کوئی شخص برا کام نہیں کرے گا، ہے ناں اماں!؟''

اس نے بڑے مان سے اماں کی طرف دیکھا۔

''ارے بٹیا! تم تو بالکل بھولی ہو ایمان سے۔ اللہ میاں نے اتنی وضاحت سے تو بتا دیا قرآن میں کہ تم پر دو نگہبان فرشتے مقرر ہیں اور وہ تمھارے سب اعمال کو جانتے ہیں ان سے کچھ چھپا نہیں اور وہ سب کچھ لکھ رہے ہیں۔ انسان ہدایت لینا چاہے تو اتنا ہی کافی ہے بٹیا! جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں اس سے محبت کرتے ہیں، وہی اس کی مانتے ہیں۔ اپنے اعمال کو سنوارتے رہتے ہیں تاکہ آخرت میں شرمندگی نہ اٹھانی پڑے اور بے حساب اجر کے مستحق بنیں۔''

کوکب نے بھی اثبات میں سر ہلایا، گویا اماں کی بات خوب اچھی طرح سمجھ میں آ گئی تھی۔

لوگ بدلیں نہ بدلیں، ایک خواب نے کوکب کی زندگی سنوار دی تھی۔ اب اسے ہر دم یہ خیال رہتا تھا کہ فرشتے سب کچھ لکھ رہے ہیں۔ زبان کو قابو میں رکھنے لگی، پہلے کی طرح بلا تکان بولنا چھوڑ دیا۔ سہیلیوں سے لڑنا جھگڑنا بھول گئی۔ کبھی جھگڑا ہو بھی جاتا تو فوراً معذرت کر لیتی۔ اس کے اعمال میں بہتری آنے لگی۔ پہلے جو عصر کی نماز ہمیشہ سہیلیوں کے ساتھ کھیلنے میں قضا کر دیا کرتی تھی، اب تو اذان ہوتے ہی مصلے پر آن موجود ہوتی۔ اماں ابا کی خوب خدمت کرتی۔ گھر کے کاموں میں ماں کا ہاتھ بٹاتی۔ اپنی نظریں ہمیشہ جھکا کر رکھتی۔ اماں ابا بھی کوکب سے بہت خوش رہنے لگے تھے اور اس کی کامیاب زندگی کے لیے خوب دعائیں کرتے۔

☆......☆

پھر برسوں گزر گئے۔ دنیا بدل گئی، لیکن کوکب شادی شدہ اور بچوں کی ماں بن کر بھی وہیں اسی ہرے بھرے باغ کی سفید سنگ مرمر کی عمارت میں ہی رہ گئی، جہاں پھولوں سے لدی محرابی کھڑکی کے نیچے پتھر کی بینچ پر بیٹھے دو فرشتے گود میں رجسٹر رکھے کچھ لکھنے میں مصروف تھے۔

☆☆☆

انوکھی اور دلچسپ معلومات

☆ آپ خواب میں صرف ان چہروں کو دیکھتے ہیں جنھیں آپ جانتے ہیں۔

☆ سونے کی جتنی کوشش کی جائے، نیند آنے کے امکانات اتنے ہی کم ہوتے ہیں۔ کوشش ترک کردیں، یہ خود بخود آئے گی۔

☆ انسانی دماغ ستر فیصد وقت پرانی یادوں یا مستقبل کی سنہری یادوں کے خاکے بنانے میں گزارتا ہے۔

☆ پندرہ منٹ کسی دوست کے ساتھ خوش گپیاں کرنا آپ کی صحت کے لیے اتنا ہی فائدے مند ہے جتنا دو گھنٹے سونا۔

☆ زمین سے سب سے نزدیک ستاہ سورج ہے جو زمین سے ترانوے ملین میل دور ہے۔

☆ گھوڑا، بلی اور خرگوش کی سننے کی طاقت انسان سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔ یہ کمزور سے کمزور آواز سننے کے لیے اپنے کان ہلاتے ہیں۔

انتخاب: سعید احمد خان۔ کراچی

محبت فاتحِ عالم

اوّاب شاکر۔ اسلام آباد

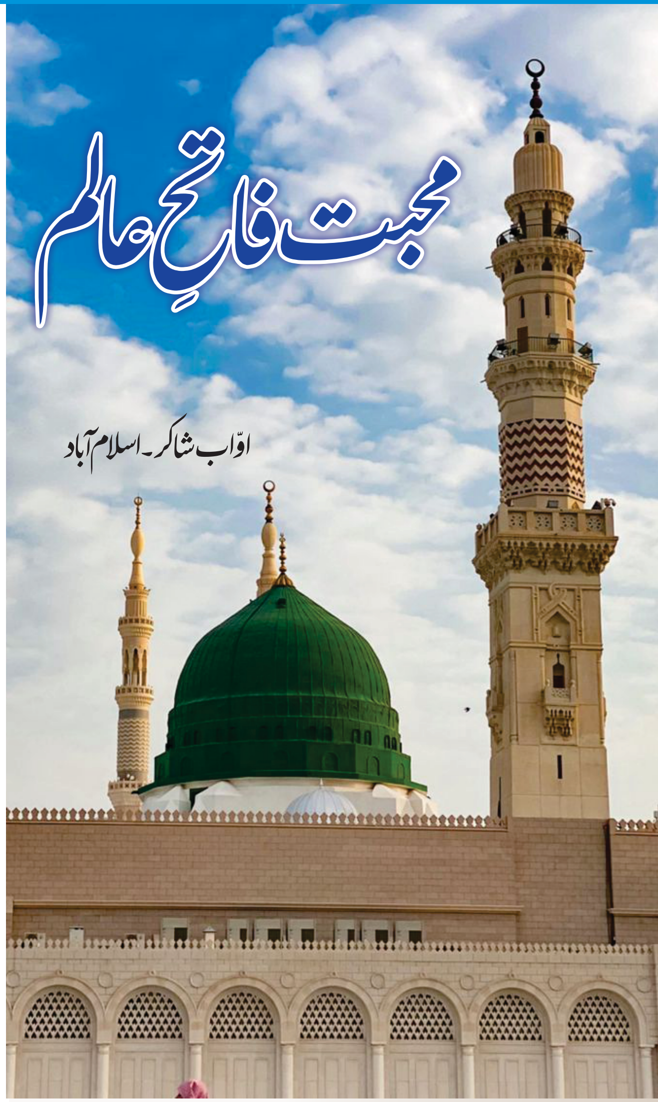

اس چہرے پر پہلی نگاہ ہی کیا پڑی کہ اسے اپنا دل اس کی گرویدگی کے حصار میں محسوس ہوا۔ اسے لگا کہ یہ چہرہ تو وہ ہزار چہروں میں بھی پہچان سکتا ہے۔ جیسے اس سے صدیوں پرانی شناسائی ہے۔

”الٰہی! یہ تو وہی ہے۔“ دل نے تڑپ کر کہا۔

اس کی تلاش اسے مدتوں سے تھی اور اب دل کی بے چینی سنبھالے نہ سنبھل رہی تھی مگر پھر ذہن نے آگے بڑھ کر اسے ٹوکا۔

”اونہوں، جلدی نہیں، رکو ذرا! ٹھہرو، کچھ اور بھی جانچ ہو لے۔“

دل کے لیے اب مزید انتظار آسان نہ تھا مگر ذہن میں امنڈتے سوالات ابھی کچھ اور جواب بھی چاہتے تھے۔

”دو نشانیاں!“ ذہن نے دھیرے سے سرگوشی کی۔ ”ہاں بس دو نشانیاں ابھی باقی ہیں۔“

وہ یک ٹک کھڑا خاموشی سے اُس روشن چہرے کو دیکھتا گیا۔ نجانے اسے کس شے کی تلاش تھی۔ یہ چہرہ تو کھلی کتاب تھی۔ پرنور، متانت و سکینت، وقار اور جمال وجلال کی چاشنی میں دھلا ہوا نکھرا نکھرا مانوس سا چہرہ، مگر ذہن کی آسودگی نجانے کس گوشے میں پنہاں تھی۔

اب اس کا معمول بن گیا۔ وہ روز آتا، کچھ فاصلے پر کھڑا ہو جاتا اور خاموش مگر متجسس نگاہوں کا حلقہ اس چہرے کے گرد جمائے رکھتا۔ اس کی ہر بات، ہر ادا، ہر فعل، اٹھنا بیٹھنا، ملنا جلنا، بات چیت، غرض ہر شے نگاہوں کے راستے دل کی گہرائیوں میں اتارتا جاتا تھا۔ بھانت بھانت کے لوگ ہر طرف سے آتے، اس سے ملتے، باتیں سنتے، اپنا درد، اپنا غم، اپنی طلبِ آرزو سب اس کے آگے ڈھیر کرتے اور وہ سب کی سنتا، سب کو دلاسا، تسلی و تشفی دیتا، تسکین و امداد ہر شے ان پر نچھاور کرتا اور یہ پرے کھڑا دیکھتا ہی رہتا۔ نجانے اسے کیا امتحان مقصود تھا۔ اس کی جستجو جاری تھی اور بالآخر اسے ایک موقع میسر آ ہی گیا۔

صفیں سیدھی ہو چکی تھیں۔ لوگ امام کے منتظر تھے۔ یہ کسی کا جنازہ تھا۔ صفوں کے عین سامنے میت رکھی گئی تھی۔ اتنے میں قدرے آواز بلند ہوئی۔ لوگوں نے مڑ کر دیکھا۔ امام صاحب اپنے چند قریبی ساتھیوں کے ہمراہ تشریف لا چکے تھے۔

امام صاحب نے تکبیر پڑھی اور اُن کے پیچھے موجود نمازی تکبیر پڑھ کر دنیا کے سبھی رشتے ناتے بھلا کر ایک رب کے دربار میں جا حاضر ہوئے۔

وہ آج بھی چپ چاپ کھڑا یہ منظر دیکھ رہا تھا۔

نماز و دعا سے فارغ ہو کر امام صاحب اب پلٹ رہے تھے۔ اور تب لوگوں نے دیکھا کہ یکدم ایک طرف سے حرکت ہوئی اور صفوں کو چیرتے ہوئے ایک شخص تیزی سے آگے بڑھا اور لپک کر اس نے امام صاحب کی چادر کو سختی سے پکڑ کر اتنی زور سے کھینچا کہ وہ اتر گئی۔

چلتی ہوئی دنیا جیسے یکا یک تھم گئی۔

وقت کا پہیہ رک گیا۔

اردگرد کھڑے لوگ دھک سے رہ گئے۔

ایسی گستاخانہ جسارت! ایسا گھناؤنا اقدام ان کے خواب وخیال میں بھی نہ تھا۔ اُس سے پہلے کہ وہ آگے بڑھ کر اس کی خبر لیتے، انھوں نے اسے اونچی بے باکانہ آواز میں پکارتے ہوئے سنا: ”محمد! میرا حق اب تک تم نے کیوں نہ ادا کیا؟ اللہ کی قسم! تم عبدالمطلب کی اولاد نے تو ٹال مٹول کرنا ہی سیکھا ہے اور مجھے یہی نظر آ رہا ہے۔“

وہ جو منہ میں آئے بول رہا تھا۔ اور اُدھر بارگاہِ اقدس کے احترام سے مجبور جاں نثار دم بخود اس شخص کو دیکھ رہے تھے۔ وہ اس کو پہچان گئے تھے اور چند روز قبل بیتا ہوا واقعہ ان ذہن کے پردوں پر نمایاں ہونے لگا تھا۔

اس روز بھی وہ شخص ان کے وجود پاک کے گرد نظریں بچھائے بیٹھا تھا کہ اونٹ پر سوار ایک دیہاتی دور سے آتا دکھائی دیا۔

”یارسول اللہ!“ قریب پہنچ کر وہ ان سے مخاطب ہوا:

”فلاں قبیلے کی بستی میں میرے چند ساتھی مسلمان ہو چکے ہیں۔ میں نے اُن سے کہا تھا کہ اگر وہ اسلام قبول کر لیں گے تو اُن کے رزق میں وسعت و برکت ہو جائے گی مگر اب قحط سالی آ گئی ہے اور بارش بالکل ہوتی دکھائی نہیں دیتی۔ یارسول اللہ! مجھے اِس بات کا اندیشہ ہے کہ کہیں وہ گھبرا کر اسلام سے دور نہ ہو جائیں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو ان کی مدد کا سامان فرما دیجیے۔“

یہ کہہ کر وہ چپ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم نے اپنے ساتھ کھڑے اپنے چچا زاد بھائی علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا۔ وہ آپ کا اشارہ سمجھ گئے مگر افسردگی سے عرض کیا: ”یارسول اللہ! اُس مال میں سے تو اب کچھ نہیں بچا۔“

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آس پاس دیکھا مگر مال کی کوئی سبیل دکھائی نہ دیتی تھی۔

دادی جان کی باتیں

چھوٹی عمر کے بچوں کے لیے خوب صورت اور بہترین تحفے

بچوں کی دینی و اخلاقی تربیت کرنا ہم سب کی ذمہ داری ہے، اگر ہم بچپن ہی سے اس کی فکر اور کوشش کریں گے تو کل یہی بچے اچھے مسلمان اور قوم کے معمار بن کر ہماری دنیا و آخرت کی کامیابی کا بھی ذریعہ بنیں گے۔

الحمدللہ! اس مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے بچوں میں اللہ کی محبت و اطاعت اور اچھی عادات پیدا کرنے کے لیے یہ کتابیں تیار کی گئی ہیں۔

آپ یہ کتابیں بچوں کو دیں، انھیں پڑھ کر سنائیں اور سمجھائیں، تاکہ ہم سب اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکیں۔

4 سے 6 سال کے بچوں کے لیے

صرف 320/-

تین کتابوں کا سیٹ

خود بھی مطالعہ کیجیے اور متعلقین کو تحفے میں دے کر کتاب دوست بنائیے۔

بیت العلم (الوقف)

رابطہ نمبر: 0309-2228089، 0321-8566511 برائے تجاویز: 0322-2583196

Visit us: www.mbi.com.pk maktababaitulilm

دوسری جانب وہ شخص ایک آس لیے دور سے چل کر اس در پر آیا تھا۔ اسے خالی ہاتھ کیسے لوٹایا جا سکتا تھا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی سوچ بچار میں تھے کہ وہ پرے کھڑے چپ چاپ نظارہ کرنے والا شخص اچانک آگے آیا اور بولا: ''اے محمد! میرے پاس مال ہے۔ کیا آپ فلاں قبیلے کے باغ کی اتنی کھجوریں مجھے بیچ سکتے ہیں؟''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بغور دیکھا اور فرمایا: ''ٹھیک ہے مجھے منظور ہے مگر کسی باغ کو متعین نہ کرو۔''

وہ شخص بولا: ''ٹھیک ہے، مال ابھی حاضر ہے۔''

یہ کہہ کر اس نے ۸۰ مثقال سونا (تقریباً ۳۰ تولہ) لا کر پیش کیا اور وہ دیہاتی خوشی خوشی وہاں سے رخصت ہو گیا۔

اور آج۔

☆☆

یہ صحابہ کرام تھے۔ وفا و محبت اور سرفروشی کی چلتی پھرتی زندہ تصویریں۔ اُن کی رگوں میں دوڑتے خون کی بوند بوند عشقِ رسالت کی گرمی سے لبریز تھی۔ ہدایت کے آسمان پر امنا و صدقنا کے جھلملاتے تارے، جن کی روشنی سے لوگ نشان پاتے تھے۔ وہ جو بدر کے بپھرے شیر، احد کے خاک و خون میں نہائے جوان مرد غازی تھے۔

اور پھر انہی بپھرے ہوئے جاں نثاروں میں وہاں وہ بھی تھا جس کے دل اور روح کا قرار ہی جوشِ حق سے اٹے شعلوں میں تھا۔ اس کے جسم و جان کا ذرہ ذرہ یہ سب دیکھ کر شعلۂ جوالا ہوا جاتا تھا اور اس کا ہاتھ بار بار تلوار کے دستے کی جانب بڑھتا تھا مگر نجانے کون سی طاقت تھی جو لپکتے ہاتھ کو بار بار پلٹا دیتی تھی۔ آنکھیں غضب کے مارے شعلہ بار تھیں۔ آخر اس نے غصے سے اُس گستاخ کو پکارا: ''او اللہ کے دشمن!''

شیر کی دھاڑ کی صورت آواز گونجی اور مجمع پر ایک سکوت طاری ہو گیا۔

غضب کے شعلوں سے اس کا چہرہ سرخ تھا۔

''تیری یہ جرأت ہی کیسے ہوئی؟ اس خدا کی قسم! جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا، اگر مجھے میرے آقا کی مجلس کے ادب و احترام کا لحاظ نہ ہوتا تو میری تلوار تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی۔''

مسجدِ نبوی کے ماحول کی خاموشی کو چیرتی عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کڑکتی آواز دل کو دہلائے دے رہی تھی مگر وہ بھی عجیب شخص تھا، ذرا ٹس سے مس نہ ہوا۔ الٹا اس نے گھوم کر حضور کے چہرے کو دیکھا اور اس بار تو نگاہ جم کر رہ گئی۔

وہ حیرت سے دم بخود نظر ہٹا نہیں پا رہا تھا۔ وہاں سکینت کی چاندنی کا بسیرا تھا۔ رخِ انور پر اب بھی اطمینان و بشاشت کے پھول کھلے ہوئے تھے۔ ماتھے پر کوئی بل، کوئی شکن نہ تھی۔ وہ نرم، میٹھی اور شبنم کی طرح پاکیزہ اور حیات بخش مسکراہٹ جو دلوں کو اپنے سحر میں گرفتار کر لیتی تھی چاند سے چہرے کے گرد ہالہ بنائے ہوئے تھی۔ ایسی کشش جو نظروں کو پلٹنے نہ دے۔

وہ دَم سادھے اس دلکش منظر میں کھو گیا اور پھر تب چونکا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرما رہے تھے:

''ناں ناں! عمر! ایسے نہیں۔ مجھے اور اسے تم سے اس چیز کی ضرورت نہ تھی۔ تمھیں تو چاہیے تھا کہ مجھے اچھے طریقے سے اور جلد از جلد قرض کی ادائی کا کہتے اور اسے سکھاتے کہ سلیقے سے گفتگو کیسے کی جاتی ہے۔''

اب عمر خاموش تھے۔ نگاہیں جھکی جھکی۔

''جاؤ عمر! اسے اپنے ساتھ لے کر جاؤ۔ جتنا اس کا حق بنتا ہے ادا کرو اور ہاں جو تم نے اس کو دھمکایا ہے ناں، اس کے عوض بیس صاع مزید بھی دے دینا۔''

اور اب وہی عمر کہ لمحہ پہلے جس کے سینے میں آگ کا دریا موجزن تھا یکدم یوں پرسکون ہو گیا گویا آسمان سے اترتی پھوار نے جلتے انگاروں کو مسکراتی کلیوں کا پیرہن اوڑھا دیا ہو۔ حالانکہ عمر جانتا تھا کہ ادائیگی کی مقررہ مدت میں ابھی دو تین دن باقی ہیں مگر حضور کا حکم اول و آخر تھا۔

''آؤ میرے ساتھ چلو۔''

''یہ نرم لہجہ...... یہ وہی عمر ہے؟''
وہ شخص حیرت کے سمندر میں غوطے کھاتا ساتھ چل پڑا۔

☆......☆

''یہ کیوں؟''

مطلوبہ مقدار سے بڑھ کر جب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزید بیس صاع کھجوریں اسے پیش کیں تو وہ جاننے کے باوجود بول اٹھا: ''یہ بیس صاع مزید کیوں؟''

''مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی نے فرمایا ہے کہ جو میں نے تمھیں دھمکایا تھا یہ اس کے عوض ہے۔''

عجیب منظر ہے۔ کیسے لوگ ہیں؟ ایک ایک بات حیران کن! او یہ وہ لمحہ تھا جب اچانک دل کو پکارتے ہوئے ذہن نے اپنے ہتھیار ڈال دیے:

''ہاں اے دوست! وہ دونشانیاں بھی تمام ہوئیں!'' وہ بے اختیار پکار اٹھا۔

''اے عمر! مجھے جانتے ہو؟''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نگاہ اٹھا کر دیکھا مگر پہچان نہ پائے: ''کون ہو تم؟''

''میں زید بن سعنہ ہوں۔ مجھے جانتے نہیں؟''

''اوہ! زید بن سعنہ؟'' عمر حیران تھے۔ ''وہی یہودیوں کے مشہور عالم؟!''

''ہاں ہاں! میں وہی ہوں۔''

''زید! ایک عالم ہو کر بھی تم نے اللہ کے سچے رسول کے ساتھ ایسا جاہلانہ سلوک کیا اور ایسی ناروا بات ان کے حضور کی؟''

عمر کی آنکھیں اسے ملامت کر رہی تھیں مگر دوسری جانب وہ جوش سے کہہ رہا تھا:

''نہیں عمر! بات یہ نہیں، میں تو انھیں پہلی نظر ہی میں پہچان گیا تھا۔ میں دل سے ان کے نبی ہونے کی گواہی دے رہا تھا مگر دونشانیاں ایسی تھیں جو ان کی ہمیں اپنی کتابوں سے معلوم تھیں مگر جنھیں ابھی دیکھا اور آزمایا نہ تھا۔''

''اچھا! کون سی دونشانیاں؟''

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں میں تجسس تھا۔

''ایک نشانی یہ کہ نبی کی بردباری، اس کے جلد غصے میں آجانے پر غالب ہوتی ہے اور دوسری یہ کہ نبی کے ساتھ جتنا بھی نادانی کا سلوک کیا جائے اس کی بردباری اور حلم بڑھتا ہی جاتا ہے۔ تو یہ دونشانیاں ہی تھیں جن کو آزمانے کے لیے میں نے یہ سب کچھ کیا اور اب عمر!''

وہ کہتے کہتے رکا اور پھر ایک نئے عزم اور ولولے کے آثار چہرے پر لیے دل کی گہرائیوں سے پکارا: ''تم گواہ رہنا کہ میں اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد کے نبی اور رسول ہونے پر دل سے راضی ہوں۔

اور عمر! یہ بھی گواہ رہو کہ میرا آدھا مال رسول اللہ اور ساری امت پر وقف ہے۔ میں مدینے کا سب سے مالدار شخص ہوں۔''

یہ کہہ کر زید بن سعنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ سب مال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے حوالے کیا۔ یہ تو سب امتحان اور جانچ کی کڑیاں تھیں۔ اسے جس مال کی ضرورت تھی، وہ جس خزانے کا متلاشی تھا، اس کا سراغ تو اسے مل گیا تھا۔

اور وہ اب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شانہ بشانہ چلتے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن سے چمٹنے کے لیے بے قرار ہو کر مسجدِ نبوی کی جانب قدم بڑھا رہا تھا۔

☆☆☆

کہانی کہانی میں بچوں کو پیارے نبی ﷺ کی پیاری سیرت، احادیث اور سنتیں سکھانے والی بہترین کتابیں

نمبر شمار	کتاب	مصنف	قیمت
1	رحمت کی بارش	امجد جاوید	450/-
2	سیرت کہانی	عبدالعزیز	700/-
3	مدین کا چرواہا	ابومحمد فہی	600/-
4	گلو کا چندو	محمد فہیم عالم	400/-
5	آسان قرآن کہانیاں	محمد فیصل علی	550/-
6	آسان فقہ کہانیاں	محمد فیصل علی	700/-
7	آسان سیرت کہانیاں	محمد فیصل علی	700/-
8	رول ماڈل	قرۃ العین خرم ہاشمی	550/-
9	دادا جان کی چھڑی	قرۃ العین خرم ہاشمی	500/-
10	مسجد دادی جان	کاوش صدیقی	800/-
11	انگور کے دانے	کاوش صدیقی	800/-
12	گم شدہ چابی	راحت عائشہ	350/-
13	روشنی ہی روشنی	غلام محی الدین ترک	550/-
14	چچا رازی	عمارہ فہیم	500/-

تمام کتابیں آدھی قیمت پر

حیرت انگیز آفر! 50% OFF

ہم نے بسایا ہے آپ کے لیے کتابوں کا ایک نیا جہاں

نوٹ: یہ آفر محدود مدت کے لیے ہے۔

ہماری ویب سائٹ پر آرڈر کرنے کا طریقہ:

بچوں کے لیے اسلامی کتابیں آرڈر کرنے کے لیے ویب سائٹ کے ہوم پیج کے دائیں طرف Categories پر کلک کریں۔ پھر Children Islamic Story Books پر کلک کریں، اپنے مطلوبہ ناول کے ٹائٹل کے نیچے "ADD TO CART" کے بٹن پر کلک کرتے جائیں، آپ اوپر دائیں جانب بنے باسکٹ کے نشان کے پر اپنی منتخب کردہ کتب کی کل قیمت دیکھ سکتے ہیں۔ آرڈر فائنل کرنے کے لیے اس باسکٹ کے نشان پر کلک کر کے ایک مرتبہ رعایتی بل اور ڈلیوری چارجز دیکھ کر "CHECKOUT" کے بٹن پر کلک کر دیں۔ اپنا مکمل نام، مکمل پتہ اور رابطہ نمبر کی مکمل تفصیلات درج کر کے "Place Order" پر کلک کر دیں۔ آپ کا آرڈر ہمیں موصول ہو جائے گا۔ کال کنفرمیشن کے بعد آپ کا پارسل پانچ سے سات دن تک ڈلیور ہو جائے گا۔ شکریہ

گھر بیٹھے معیاری اور بہترین کتابوں کی خریداری کے لیے ابھی ہماری ویب سائٹ "کتاب نگر" وزٹ کیجیے۔

www.kitaabnagar.com

بذریعہ کال یا واٹس ایپ رابطہ کرنے کے لیے 0349-4892240

KITAB NAGAR

میر حجاز

اختر حسین عزمی

''اے صہیب! تم یہاں مفلس و محتاج آئے تھے۔ مکہ میں رہ کر تم نے خوب دولت کمائی۔ اب اہلِ مکہ سے بٹوری ہوئی دولت تم یثرب لے جانا چاہتے ہو، خدا کی قسم! ہم ہرگز ایسا نہیں ہونے دیں گے کہ مکہ کی دولت پر تم یثرب جا کر عیش کرو۔''

مکہ سے کچھ دُور یثرب کے راستے پر قریش کے کچھ نوجوان صہیبؓ بن سنان رومی کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے انھیں دھمکیاں دے رہے تھے۔

مکہ مکرمہ سے اکثر مسلمان ہجرت کر کے مدینہ پہنچ چکے تھے۔ صہیبؓ رومی اہلِ مکہ سے چھپتے چھپاتے ہجرت کے ارادے سے نکلے تھے لیکن کفارِ مکہ کو کسی طرح اس کی بھنک پڑ گئی اور انھوں نے تعاقب کر کے یثرب کے راستے میں انھیں آ گھیرا۔ صہیبؓ رومی مکہ میں ایک غلام کی حیثیت سے آئے تھے۔ قریش کے بزرگ سردار عبداللہ بن جدعان نے انھیں خرید کر آزاد کر دیا۔ وہ ہتھیار بنانے کے کاریگر تھے۔ اس صنعت کے ذریعے انہوں نے کافی پیسہ کمایا لیکن یہاں ان کا کوئی پشت پناہ خاندان نہ تھا، اس لیے قبولِ اسلام کے بعد بہت ستائے گئے۔

حضرت صہیبؓ رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قریشی نوجوانوں کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر اپنے تیر کمان کو ان کی طرف سیدھا کیا اور للکار کر کہا:

''اے گروہِ قریش! تم جانتے ہو کہ میں تم لوگوں میں سے سب سے زیادہ اچھا تیر انداز ہوں، خدا کی قسم! جب تک میرے ترکش میں ایک بھی تیر ہے، تم میرے قریب نہیں آ سکتے۔ اس کے بعد میں اپنی تلوار سے مقابلہ کروں گا۔ ہاں اگر تم مال و دولت چاہتے ہو تو وہ میں تمھیں دے سکتا ہوں بشرطیکہ تم میرا راستہ چھوڑ دو۔''

اور واقعتاً وہ نوجوان جانتے تھے کہ صہیبؓ سے لڑائی کی صورت میں ان میں سے کسی کی جان بھی جا سکتی ہے اور کوئی شدید زخمی بھی ہو سکتا ہے اس لیے انھوں نے صہیبؓ رومی کی پیش کش پر رضامندی ظاہر کر دی۔

اور صہیبؓ رومی متاعِ ایمان بچانے کی خاطر متاعِ دُنیا ان کو سونپ کر خالی ہاتھ یثرب کی طرف چل کھڑے ہوئے۔

☆☆

پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبا کی بستی میں کلثومؓ بن ہدم کے مہمان تھے اور ابوبکرؓ و عمرؓ بھی حاضرِ خدمت تھے۔ میزبان کی طرف سے مہمانوں کی کھجوروں سے تواضع کی جا رہی تھی کہ صہیبؓ رومی بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہوئے۔ بھوک کی شدت سے بے تاب ہو کر صہیبؓ رومی کھجوروں پر ٹوٹ پڑے۔ دورانِ سفر ان کی ایک آنکھ دُکھنی آئی ہوئی تھی۔ جب انھیں عمر فاروقؓ نے یوں کھجوریں کھاتے دیکھا تو تعجب سے عرض کیا:

''یارسول اللہ! آپ صہیبؓ کو ملاحظہ نہیں فرماتے کہ آشوبِ چشم کے باوجود کھجوریں کھا رہے ہیں۔''

یہ سن کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صہیبؓ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

''صہیب! تمھاری آنکھ دُکھتی ہے اور پھر بھی تم کھجور کھا رہے ہو۔''

''یارسول اللہ! میں اپنی تندرست آنکھ کی طرف سے کھا رہا ہوں۔''

صہیبؓ رومی نے کھجوریں کھاتے کھاتے شگفتہ لہجے میں جواب دیا۔ اُن کی شگفتہ گوئی اور حاضر جوابی پر اللہ کے رسولؐ اس قدر ہنسے کہ دندانِ مبارک چمکتے ہوئے دکھائی دینے لگے۔

بھوک کی شدت کسی قدر رفع ہوئی تو شکایت آمیز انداز میں ابوبکر صدیقؓ سے کہنے لگے:

''آپ نے باوجود وعدے کے مجھے شریکِ سفر نہ رکھا۔''

پھر حضورؐ سے عرض کیا: ''یارسول اللہ! آپؐ نے بھی مجھے یاد نہ رکھا۔ قریش نے مجھے تنہا پا کر روک رکھا۔ بالآخر تمام دولت کے عوض اپنی جان بچا کر یہاں پہنچا ہوں''۔

''اے ابویحییٰ!'' رسول اللہؐ نے صہیبؓ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ''تم نے بہت ہی نفع بخش سودا کیا ہے۔''

اس کے ساتھ ہی وحی الٰہی کے یہ الفاظ زبانِ رسالت پر جاری ہو گئے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّشۡرِیۡ نَفۡسَهُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ ○

(مفہوم) ''لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو اللہ کی رضا جوئی کے لیے اپنی جان بھی بیچ دیتا ہے۔''

☆☆

سورج غروب ہونے کے قریب تھا جب صفیہ کے والد حُیی بن اخطب اور ان کے چچا ابو یاسر بن اخطب اپنے قلعہ نما مکان میں داخل ہوئے۔ وہ بڑے تھکے ہوئے سست اور درماندہ نظر آ رہے تھے۔ اداسی اور غم کے بادل ان کے چہروں پر چھائے ہوئے تھے۔ بہت آہستہ آہستہ قدم رکھ رہے تھے۔ وہ آج صبح سویرے ہی قبا کی بستی میں گئے تھے۔ وہ دونوں یہودی عالم بھی تھے اور یہود کے ایک قبیلہ بنونضیر کے سردار تھے جو یثرب کے نواح میں آباد تھا۔ مالی اور سیاسی برتری کے ساتھ ساتھ کتابِ الٰہی کے عالم ہونے کی حیثیت سے صفیہ کے باپ حُیی بن اخطب کا نام بڑا نمایاں تھا۔ جونہی انھیں معلوم ہوا کہ نبوت کا ایک دعویدار مکہ سے ہجرت کر کے قبا میں قیام پذیر ہوا ہے تو انھیں تجسس ہوا کہ کیا واقعی وہ نبی مبعوث ہو گیا ہے جس کی نوید ان کی کتابوں اور اہلِ علم نے انھیں سنائی ہے۔ یہود تو ایک عرصے سے اس نبی موعود کی آمد کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔ جس کے ماننے والوں کو دنیاوی اور اُخروی سرفرازیاں اور کامیابیاں ملیں گی۔

یثرب میں یہود کے آباد ہونے کی بڑی وجہ اس نبی موعود کے دارالہجرہ کی بتائی گئی نشانیاں تھیں جو بیشتر یثرب میں پائی جاتی تھیں۔ سارے دن کی جدائی کے بعد جب صفیہ کو اپنے والد اور محبوب چچا دکھائی دیے تو وہ چہکتی ہوئی اپنے والد اور چچا سے ملنے کے لیے آگے بڑھی لیکن انھوں نے صفیہ پر کوئی توجہ نہ دی۔ دونوں کی یہ بے اعتنائی ایسی تھی جو صفیہ کے لیے انتہائی حیران کن تھی کیونکہ صفیہ اپنے باپ اور چچا کی اولادوں میں انھیں سب سے بڑھ کر لاڈلی تھی۔ وہ جب بھی بچوں کے ساتھ اپنے چچا کو ملتی تھی تو وہ اپنے بچوں کو بھی چھوڑ کر صفیہ کو اٹھا لیتا تھا اور بہت پیار کیا کرتا تھا لیکن آج اس کے چچا نے بھی اس سے بے اعتنائی اختیار کر لی تھی۔ ان دونوں پر غم و اندوہ کی ایسی کیفیت طاری تھی کہ انھیں اپنی بیٹی، بھتیجی کا کوئی خیال نہ تھا۔ ابھی صفیہ حیرانی سے انھیں دیکھ رہی تھی کہ اس کے چچا ابو یاسر نے اس کے باپ حُیی سے پوچھا: ''کیا یہ وہی نبی ہے؟''

''ہاں! خدا کی قسم وہی ہے''۔ حُیی بن اخطب نے جواب دیا۔

''اسے اچھی طرح پہچان لیا ہے اور یقین سے کہتے ہو؟''

''ہاں! بالکل''۔ حُیی نے پُریقین لہجے میں جواب دیا۔

''تو اب کیا ارادہ ہے؟''

جاری ہے

وہ شخص ہمت اور حوصلے کا پہاڑ تھا۔ اس کی زندگی کا مقصد پاکستان کے نوجوانوں کو مضبوط بنانا تھا۔ دینی مدرسے کا ایک طالب علم اتفاق سے اُس تک جا پہنچا، یوں شوق، لگن، جدوجہد اور عزم کے رنگین جذبوں سے سجی داستان زیبِ قرطاس ہوئی! ایک ایسے شخص کا تذکرہ جو دولت پر فن کو ترجیح دیتا تھا......!

ہمّت کا پہاڑ ۱۱

راوی: سیہان انعام اللہ خان مرحوم — تحریر: رشید احمد منیب

سیہان کہا کرتے تھے کہ جب میں نوجوانوں کو کم ہمت دیکھتا ہوں تو مجھے افسوس ہوتا ہے۔ مسلمان کو کمزور اور کم ہمت نہیں ہونا چاہیے۔ مسلمان تو وہ ہے جو شیر سے بھی نہ ڈرے۔ توپ کے سامنے کھڑا ہو جائے۔ مسلمانوں کے علاقے میں کسی طاقت ور کی مجال ہی نہ ہو کہ وہ کمزور پر ظلم کر سکے لیکن ہم نے خود ہی اپنے آپ کو کمزور بنا لیا ہے:

اب جو قوم فارمی غذائیں کھا کر جوان ہو گی تو اسے لڑنا کہاں سے آئے گا، اس میں ہمت کیسے آئے گی؟ جب میں چھوٹا تھا تو ڈبے کا دودھ، جعلی گھی اور فارمی مرغی کا وبال نہیں آیا تھا۔ دیسی مرغی کو پکڑنے کے لیے پورے محلے کے بچوں کو اس کے پیچھے دوڑنا پڑتا تھا، پھر جو اس مرغی کو کھاتا تھا، اس کی یخنی پیتا تھا تو اس کی ہڈیوں میں بھی طاقت آتی تھی۔ لڑکوں کے چہرے اس وقت خون سے سرخ ہوا کرتے تھے۔ اب نوجوانوں کو دیکھو تو لگتا ہے خون کی جگہ ان کی رگوں میں ڈالڈا بھرا ہوا ہے۔ ایک کلومیٹر تک بھی دوڑنا مشکل ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق میں نے کہیں پڑھا تھا کہ وہ فجر کی نماز کے بعد دوڑ لگاتے تھے۔ آج کوئی مولوی صاحب کو دوڑتا دیکھ لے تو اس کے پیچھے نماز ہی نہیں پڑھے گا کہ یہ کیسا امام ہے جو دوڑ بھی لگاتا ہے؟

نوجوان مشقت سے جی چراتے ہیں۔ وہ مشکلات کا مقابلہ نہیں کرنا چاہتے۔ وہ ایسی تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں جس میں سب کچھ کرسی پر بیٹھے بیٹھے انھیں مل جائے۔ ایک مسلمان کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ ناز نخروں والی زندگی گزارے۔

مجھے کچھ دوست سمجھاتے ہیں کہ اسلام میں اخلاق کی تعلیم دی گئی ہے لیکن آپ ہر وقت مار کٹائی کی باتیں کرتے رہتے ہیں جبکہ میں کہتا ہوں کہ اخلاق کمزوری کا نام نہیں ہے۔ میں ایسی باتیں اس لیے کرتا ہوں کہ میرے سامنے زندگی بھر کا تجربہ اور مشاہدہ ہے۔ میں نے زیادہ کتابیں نہیں پڑھیں، علما کرام کے سامنے میرا علم کچھ بھی نہیں، میں تو بس وہی آپ کو بتاتا ہوں جو زندگی سے میں نے سیکھا ہے۔ آپ کسی کے ساتھ مقابلہ کرنے کی قوت رکھتے ہو اور پھر نہ لڑو اور معاف کر دو تو اسے میں اخلاق کہوں گا، لیکن آپ تو لڑ ہی نہیں سکتے، مقابلہ ہی نہیں کر سکتے، آپ میں ہمت ہے نہ ارادے کی طاقت تو پھر آپ معاف کر دو یہ اخلاق نہیں آپ کی کمزوری، کم ہمتی اور بزدلی ہے۔ اس اخلاق سے آپ لوگوں کے دل نہیں جیت سکتے۔ اخلاق سے دل وہی جیتتا ہے جس میں قوت ہو، ہمت ہو اور بہادری ہو۔ کچھ لوگ آپ کی شرافت کا لحاظ کر سکتے ہیں لیکن کچھ لوگوں کا علاج صرف مکا ہی ہوتا ہے۔ ایسا مکا جو دن میں تارے دکھا دے، ایسی لات جو زمین بوس کر دے اور ایسی ضرب جو ہوش ٹھکانے لگا دے۔

جو ضرب کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا

لالچی، بخیل اور بزدل آدمی کا کوئی اخلاق نہیں ہوتا۔ ایسے لوگ آپ کی شرافت کا لحاظ نہیں کریں گے۔ آپ ڈر کے مارے لڑ ہی نہ سکو اور کسی کے ساتھ صلح کر لو تو اس میں بہادری کیا ہوئی؟ بہادری کے بغیر میں اخلاق کا قائل ہی نہیں ہوں۔ اب میں آپ کو اپنی زندگی کے چند مزے دار واقعات سناتا ہوں:

میں بچپن ہی سے بہت شرارتی ہوں۔ شرارت کا موقع مل جائے تو میں اسے چھوڑتا نہیں، حالانکہ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ جو مجھے جوانی سے جانتے ہیں، انھیں معلوم ہے کہ مجھے شرارتیں کتنی پسند تھیں۔ ایک دن مجھے منوڑا کی سیر کا خیال آیا۔ میں جوانی میں تو منوڑا جاتا رہتا تھا، اُن دنوں کی یاد آئی تو میں کسی کو بتائے بغیر اکیلا ہی کیماڑی پہنچ گیا۔ اس وقت میں نے سر پر ٹوپی پہن رکھی تھی۔ سفیدی مائل ڈاڑھی تھی اور کرتا، شلوار زیب تن تھا۔ میں کیماڑی کے ساحل پر پہنچ کر کوئی کشتی دیکھ رہا تھا کہ اچانک ایک چھوٹی کشتی میں بیٹھے ایک شخص نے مجھے آواز دی۔

''حاجی صاب! تم منوڑا چلیں گا؟''

میں نے اسے دیکھا اور پھر کشتی کو دیکھا جس میں دو بندے بیٹھے ہوئے تھے، وہ بھی شکل وصورت سے مجھے ماہی گیر ہی لگے۔ میں نے اُن سے پوچھا کہ یہ سواریوں والی کشتی ہے؟ انھوں نے کہا نہیں ہے لیکن تم سے پیسے لیں گے اور منوڑا اتار دیں گے۔ سواریوں والی کشتی دیر سے جائے گی۔

میں خاموشی سے اُن کی کشتی میں بیٹھ گیا۔ اس وقت میرے سینے کی طرف والی جیب میں کاغذوں کے درمیان دس پندرہ نوٹ رکھے ہوئے تھے۔ ان دنوں کے لحاظ سے یہ کافی رقم تھی۔ کشتی کچھ دور چلی تو میں نے اُن سے پیسوں کا معلوم کیا، انھوں نے شاید بیس یا تیس روپے بتائے۔ میں نے جیب سے پیسے نکالے اور ایک نوٹ زیادہ رکھ کر پیسے انھیں دے دیے۔ جب میں پیسے دے رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ وہ غور سے مجھے دیکھ رہا ہے۔ باقی جو دو لوگ کشتی چلا رہے تھے انھوں نے بھی کن اکھیوں سے مجھے دیکھا تھا۔ یہ دیکھ کر میرے اندر کا فائٹر بیدار ہو گیا، میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ یہ مجھ پر حملہ کریں گے تو کشتی میں لڑائی کا مزا ہی آ جائے گا۔

یہ سوچ کر ایک مرتبہ پھر جیب سے پیسے نکال کر انھیں خوامخواہ گنا اور دوبارہ جیب میں رکھ لیا۔ اتنے سارے نوٹ دیکھ کر تو اب کشتی والے سے برداشت ہی نہیں ہوا، وہ اچانک ہی اپنی جگہ سے اٹھا اور اس نے کمر سے بندھا ہوا چاقو نکال لیا اور مجھے دکھاتے ہوئے بولا:

''حاجی صاب! یہ سارا نوٹ ہمارے حوالے کر دیو۔''

میں نے اسے غور سے دیکھا اور کوئی لفظ منہ سے نکالے بغیر اٹھ کھڑا ہوا۔

کشتی سمندر میں تھی۔ قریب کوئی دوسری کشتی نہیں تھی۔ ساحل بھی کچھ دور تھا۔ میں انھیں کوئی بڈھا مولوی آدمی لگ رہا تھا۔ اُن کا خیال تھا کہ یہ بڈھا ہمارا کیا بگاڑ لے گا؟ میں نے اس کی آنکھوں میں اس طرح گھورا کہ اسے غصہ آ جائے اور وہ خود مجھ پر حملہ کر دے اور یہی ہوا۔

اس نے ایک قدم آگے بڑھا کر مجھے ڈرانے کے لیے چاقو گھمایا لیکن اسے پھر بالکل بھی اندازہ نہیں ہوا کہ اس کے ساتھ ہوا کیا ہے، اس کا چاقو تو میرے ہاتھ میں آ گیا لیکن وہ خود کشتی سے باہر سمندر میں جا پڑا۔

کچھ لمحوں کے لیے تو اس کے ہوش غائب ہو گئے لیکن وہ ملاح تھا، اِس لیے فوراً ہی تیرنا شروع کر دیا۔

وہ کشتی کے قریب آیا تو میں نے چاقو اٹھا لیا اور اشارے سے اسے دھمکی دی کہ اگر اس

نے کشتی میں سوار ہونے کی کوشش کی تو میں اس کا کان کاٹ دوں گا۔

میرا اشارہ دیکھ کر وہ تو گالیاں دینے لگا لیکن اس کے دونوں ساتھی چپو چھوڑ کر مجھ پر حملے کے لیے تیار ہوگئے۔

میں کشتی کے کونے کی طرف کھسک گیا تا کہ وہ دونوں مجھے گھیر نہ سکیں۔ ان میں سے جو چھوٹے قد کا تھا وہ کشتی والے ہی کو گالیاں دے رہا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ دونوں اس غلط فہمی میں ہیں کہ کشتی والا اپنی غلطی ہی سے پانی میں گرا ہے۔ یہ بہت زبردست منظر تھا، مجھے دل ہی دل میں بہت ہنسی آ رہی تھی لیکن میں اوپر سے بالکل سنجیدہ بنا ہوا تھا اور اُس لمبے آدمی کو گھور رہا تھا جواب حملے کے لیے تیار تھا۔

میں نے ابھی تک اُن سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ لمبے آدمی نے مجھ سے کہا چاچا! چاقو پھینک دو، ورنہ تمھیں خود ہی لگ جائے گا، نہیں تو میں ہی تمھیں پانی میں پھینک دوں گا، تم مر جاؤ گے اور کسی کو معلوم بھی نہیں ہوگا کہ تم کہاں گئے؟

اس کی بات سن کر بھی میں نے اسے جواب نہیں دیا اور اس کی آنکھوں میں اس طرح گھورتا رہا کہ اسے غصہ آ جائے۔

اس نے بھی اچانک پاؤں آگے بڑھا کر مجھ پر حملہ کیا تا کہ مجھے پانی میں گرا دے لیکن ہوا یہ کہ وہ خود ہی پانی میں جا گرا۔

یہ حرکت کشتی والے مکرانی نے بھی دیکھ لی، وہ تیرتے ہوئے چیخا:

''اڑے یہ چاچا بڑھا نئیں ہے، یہ چاچا بڑھا نئیں ہے۔''

یہ سن کر مجھے اور ہنسی آ گئی۔ اب کشتی میں چھوٹا آدمی رہ گیا تھا، وہ بھی سمجھ گیا کہ چاچا کوئی خطرناک بندا ہے۔ اُس نے دونوں ہاتھ میرے سامنے جوڑ دیے کہ چاچا! معاف کر دو تم تو بہت خطرناک نکلا۔

میں نے کہا، اب وقت گزر چکا ہے، یہ کہہ کر میں اس کے سر پر پہنچ گیا، چاقو تو میں پہلے ہی کشتی میں پھینک چکا تھا، بس اگلے ہی لمحے چھوٹے قد کا ملاح بھی پانی میں تھا۔ اب وہ تینوں کشتی کے ساتھ ساتھ تیر رہے تھے، لیکن کشتی میں آنے سے ڈر رہے تھے۔ میں نے کہا منوڑا تک تیر کر جا سکتے ہو تو جاؤ، ورنہ یہاں سے واپس کیماڑی چلے جاؤ، میں ساحل پر کشتی چھوڑ دوں گا، آ کر لے جانا، لیکن کسی نے کشتی پر چڑھنے کی کوشش کی تو اچھا نہیں ہوگا۔

وہ تینوں ایک دوسرے کو گالیاں بھی دے رہے تھے اور مجھ سے معافیاں بھی مانگ رہے تھے کہ کشتی استاذ کی ہے، ہم غریب لوگ ہیں، لالچ میں آ گئے تھے، معاف کر دو۔

میں نے کہا معاف کر دیا لیکن کشتی میں نہیں آؤ گے۔

انھیں پانی میں گرا کر میں خود ہی چپو چلانے لگا تھا، میں نے جرمنی میں کشتی رانی کی تربیت لی ہوئی تھی۔

ساحل کے بالکل قریب پہنچ کر میں نے انھیں کشتی میں بٹھا لیا۔ اس وقت تک ان کی نیت درست ہو چکی تھی، کہنے لگے: ''اڑے چاچا! تم ہے کون؟''

میں نے جواب دیا کہ بس مجھے اپنا چاچا ہی سمجھو اور آئندہ کسی کی سفید داڑھی دیکھ کر شیر ہونے کی کوشش مت کرنا ورنہ بہت برا انجام ہوگا، میں نے تو تفریح کی ہے، کوئی اور تمھیں سچ مچ نہ پھڑکا دے۔

جاری ہے

☆☆☆

آسانِ علمِ دین کورس | بسم اللہ | سبق نمبر ۱۸

ادھار

محمد اسامہ سرسری

آیتِ کریمہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ۭ

(سورۂ بقرہ، آیت نمبر 282)

مفہوم: ''اے ایمان والو جب تم کسی معین میعاد کے لیے ادھار کا کوئی معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔''

حدیثِ مبارکہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ارشاد ہے:

إِنَّ خِيَارَ النَّاسِ أَحْسَنُهُمْ قَضَاءً. (جامع ترمذی)

مفہوم: ''بلاشبہ بہترین لوگ ہیں جو ادائیگی احسن طریقے سے کرتے ہیں۔''

مسنون دعا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ.

فضیلت:

جو شخص مقروض ہو اور وہ یہ دعا صبح اور شام ایک مرتبہ پڑھے تو ان شاء اللہ تعالیٰ قرض سے نجات مل جائے گی۔ (ابوداؤد)

فقہی مسئلہ:

ادھار پر منافع کی شرط لگانا جائز نہیں کیونکہ یہ سود ہے، ہاں البتہ مقروض بنا کسی شرط کے قرض لوٹاتے وقت اپنی خوشی سے بڑھا کر دے تو دے سکتا ہے۔ (الموسوعۃ الفقہیۃ)

مثلاً زید نے خالد کو ایک لاکھ روپے اس شرط پر ادھار دیے کہ وہ ایک لاکھ پانچ ہزار روپے ادا کرے گا تو پانچ ہزار سود ہیں اور اگر کوئی شرط نہیں لگائی، بس ایک لاکھ ادھار دے دیے، پھر خالد نے ادائیگی کے وقت ایک لاکھ پانچ ہزار روپے ادا کیے اور کہا کہ یہ پانچ ہزار میں اپنی خوشی سے دے رہا ہوں تو یہ سود نہیں۔

★★★

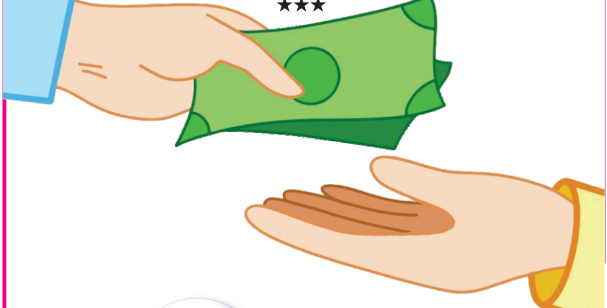

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

☆ شمارہ ۱۱۰۶ میں میری تحریر شائع ہوئی جس کا عنوان تھا 'تحریر کے مراحل' رسالہ گھر پہنچتے ہی فون وصول ہوا مگر اس مرتبہ فون مبارک باد کا نہیں بلکہ شکوہ آمیز تھا۔ فون کے الفاظ یہ تھے ارے عمار! مضمون میں ہمارا تذکرہ تو کیا ہے مگر نام نہیں لکھا وجہ کیا ہے؟ رسمی علیک سلیک کے بعد کہا گیا کہ معاف کیجیے اگلی مرتبہ آپ کا تذکرہ خاص طور پر کروں گا۔ تو قارئین! یہ دو محترم خواتین ہیں جو سب سے پہلے مجھے مبارک باد کے فون کرتی ہیں۔ ان کے فون ہی سے مجھے پتا لگتا ہے کہ میری تحریر شائع ہوئی ہے۔ یہ دونوں خواتین میری ممانیاں ہیں۔ اُن میں سے چھوٹی ممانی کا نام ام عمر ہے اور بڑی ممانی کا نام بیگم شریف ہے۔ اور جی ہاں! یہ اسم با مسمیٰ ہیں یعنی بیگم شریف!

(محمد عمار افضل۔ شاہدرہ، لاہور)

ج: بڑی ممانی جان بھی تو اسم با مسمیٰ ہوں گی۔ دونوں ممانیاں خوش رہیں، سلامت رہیں۔

☆ شمارہ ۱۱۱۶ میں القرآن والحدیث نے نہایت عمدہ سبق دیا۔ 'بے شک یقین ہے' پر اثر تحریر رہی۔ سرورق کہانی 'کوٹھڑی کے بھوت' نے لبوں پر مسکراہٹ پھیلا دی۔ گیارہویں سنچری پر جامع تبصرہ رسالے سے محبت کا ثبوت ہے۔ اللہ رب العزت قبول فرمائیں، آمین۔ 'میر حجاز' حیات نبوی کی منظر کشی کرتا ناول ہے۔ 'آپ کتنے پانی میں ہیں' نے بتلایا کہ ہم کتنے پانی میں ہیں؟ 'اب بھی نہیں' جیسی کہانی تو میرے خیال سے ہر شمارے کی زینت ہونی چاہیے۔ ایک واقعہ ارسال کر رہا ہوں امید ہے شائع فرمائیں گے۔

(محمد سالم شفیع۔ جامعہ دارالعلوم، کراچی)

ج: اس مبارک عمل پر ابھارتی کہانیاں تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہی ہیں الحمدللہ!

☆ شمارہ ۱۱۱۲ القرآن والحدیث مبارکہ کے بعد آپ کی دستک میں اچھی کہانیوں کا نہ ملنا بڑی افسوس ناک بات تھی۔ کاش کہ ہم بھی لکھاری ہوتے۔ علی اکمل تصور کے قلم سے انوکھی سی خوشبو محسوس ہونے لگی۔ ''یہ مہینہ'' کہانی بہت اچھی تھی۔ واقعی ہمارا اِس طرف ذہن بھی نہیں جاتا صرف مزے مزے کے پکوان اور عید کی تیاریوں میں یہ مبارک مہینہ گزر جاتا ہے۔ آمنے سامنے کی محفل میں مجھ سمیت سات قارئین نے شرکت کی۔ آپ جب بیت اللہ جائیں تو ہمارے لیے خصوصی دعا فرمائیں۔

(حاجی جاوید ساقی ولد حاجی محمد امیر۔ احمد آباد 18 ہزاری، جھنگ)

ج: اللہ تعالیٰ لے جائے گا تو ضرور کریں گے بھائی۔ آپ ہمارے جانے کی دعا کیجیے، ہم وہاں جا کر آپ کے لیے کریں گے۔ پکا وعدہ!

☆ شمارہ ۱۱۱۶ میں حسبِ معمول دستک سب سے پہلے پڑھی۔ مدیر چاچو نے ایک اہم شخصیت سے روشناس کرایا۔ تعارف پڑھ کر اعظم طارق صاحب سے ملنے کا اشتیاق اور زیادہ بڑھ گیا۔ حافظ عبدالرزاق صاحب کی تحریر نے بھی متاثر کیا۔ میر حجاز کے تبصرے کے لیے اب ہمارے الفاظ کا ذخیرہ ختم ہو گیا ہے۔ پوچھنا یہ تھا کہ مدیر چاچو ہمارے ہاں پنڈی میں روزنامہ اسلام نہیں مل رہا ہے۔ دو سے تین اخبار والوں سے پتا کیا ہے۔ کیا وجہ ہے؟

(سعید الرحمن بن نذیر خان سرم۔ راولپنڈی)

ج: روزنامہ اسلام کا لاہور اور اسلام آباد ایڈیشن پہلی جنوری سے بند ہو گیا تو ایسا ہوا۔ حالانکہ دونوں رسائل بدستور کراچی سے شائع ہو کر ملک بھر میں پہنچ رہے ہیں۔ آسان طریقہ یہ ہے کہ گھر بیٹھے سالانہ لگوالیں۔ اس نمبر (03424198208) پر مکمل پتا واٹس ایپ کر دیں۔

☆ زمانہ طالب علمی میں بچوں کا اسلام اور خواتین کا اسلام کا مستقل قاری تھا، پھر یہ معمول چھوٹ گیا۔ اب جیل آمد کے بعد دوبارہ دونوں شماروں کے پڑھنے کا سلسلہ شروع کیا ہے اور اسے مستقل جاری رکھنے کا ارادہ ہے۔ جیل آنے کے بعد ابوالحسن صاحب کے توسط سے آپ کی تحریروں پر مشتمل 'دل پہ دستک' اور 'آئینہ گفتار' کتب پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی کہ اصلاح کے حوالے سے بچوں، نوجوانوں اور خواتین سب کے مزاج کو سامنے رکھتے ہوئے مستقل بنیاد پر ہر ہفتے تحریر کا لکھنا اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے قبولیت کی دلیل ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ تادم آخر اس سلسلے کو قائم ودائم رکھے۔ محترم عرض یہ ہے کہ علماء کرام سے جو تھوڑا بہت تعلق ہے اس سے بہت کچھ سیکھنے کا موقع مل جاتا ہے، آپ کی تحریروں پر مشتمل 'دل پہ دستک' کے دورانِ مطالعہ صفحہ ۱۰۶ پر ایک تحریر پڑھی تو ایک لفظ کی بابت علماء کرام سے سنی ہوئی بات ذہن میں آگئی کہ یہ دین دشمنوں نے ایک بہت بڑی ہستی سے بغض کی وجہ سے مشہور کیا ہے۔ اس حوالے سے مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔ اسی طرح صفحہ ۱۳۰ پر غربت یا......؟ کے عنوان سے لفظ 'ماموں' کا ذکر ہے۔ عرف میں 'ماموں' سے مراد عام طور پر بے وقوف ہوتا ہے۔ تو کہیں یہ بھی دین دشمنوں کی تو چال نہیں؟ اسی طرح 'نہ تین میں نہ تیرا میں' اس سے مراد بھی اگر اصحاب بدر ہیں تو اس محاورے کی بابت تحقیق بھی ضروری ہے۔ امید ہے کہ اصلاح فرمائیں گے۔

(مولانا نورالدین۔ سینٹرل جیل، کراچی)

ج: جناب! آپ کی باتوں کا جواب تفصیل طلب ہے، اس لیے دستک میں ملاحظہ کیجیے گا! شکریہ!

☆ بچوں کا اسلام شمارہ ۱۱۱۹ پر تبصرہ حاضر خدمت ہے۔ سرورق کہانی پر شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ڈاکٹر عمران مشتاق کہانی کہانی میں شاندار سبق دے رہے ہیں۔ بلاشبہ ایمان افروز بہترین کہانی، بالا سے اقبال کا سفر۔ دستک میں کھیل کھیل میں مدیر مکرم، جغرافیہ، سیرت النبی، ارض فلسطین سرزمین انبیاء کرام سمیت بہت کچھ سیکھنے سکھانے کی ترغیب دے رہے۔ اللہ تعالیٰ مظلوم فلسطینی مسلمانوں اور مجاہدین غزہ کی غیبی مدد اور نصرت فرمائے آمین۔ اگلے صفحے پر مولانا ہاشم عارف میکاتی اول پوزیشن کے لیے محنت، لگن، نظم وضبط کا تیر بہدف وظیفہ بتا رہے ہیں۔ 'میر حجاز' میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ معراج النبی کی بابت ایمان افروز داستان سیرت النبی سعید روحوں کا ایمان لے آنا۔ اور قریش کے کفار کی تمام معجزوں کو دیکھ کر ایمان سے محرومی، ان کی بدبختی کی بابت بتایا گیا۔ 'سزا آپ نے سنائی ہے' ابوالحسن صاحب سینٹرل جیل کراچی سے شاندار کہانی لے کر حاضر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ انھیں جلد رہائی نصیب فرمائے آمین! 'گھر آباد رہنے دو' محمد امتیاز عارف صاحب خوب صورت ترین کہانی لے کر حاضر ہوئے۔ آخر میں چڑیا تمثیلی انداز میں وطن سے محبت کا درس دیتی نظر آئی۔ 'مسکراہٹ کے پھول' بھی چہرے پر مسکراہٹ بکھیرتے نظر آئے۔ آمنے سامنے کے تمام خطوط اور ان کے جوابات دلچسپی سے بھرپور ہیں۔ درود وسلام کے صیغے بھی ایمان افروز ہیں۔

(محمد اقراش عاصم۔ میلی پیر بخش، خوشاب)

ج: آپ کا شکریہ قبول کرتے ہیں اور مزید تحریروں کی امید رکھتے ہیں۔

☆ شمارہ ۱۱۲۲ کا سرورق کیا ہی انوکھا تھا۔ ادھر سے شمارا کا نمبر وَن وَن ٹو ٹو یعنی گیارہ بائیس ایمبولینس کا ہندسہ تھا تو ساتھ ہی اس کے سرورق بیڈ پر پڑا اس ایمبولینس کا ایک مریض حقیقت میں ہندسے کے ساتھ ایک جوڑ پیدا کر رہا تھا۔ ہے نا پھر حیرت والی اور انوکھی بات؟ بہر حال سرورق کہانی 'کھرا کھوٹا' خوب حقیقت بیان کرگئی۔ 'دستک' نے ایک صداقت بیان کی۔ 'بی فاختہ' معلوماتی رہی۔ 'جنازے کی برکت' نے کر بھلا ہو بھلا کا سبق دیا۔ 'ہمت کا پہاڑ' ساری قسطیں پڑھ کر اس پر تبصرہ کریں گے۔ 'جادو کا رنگ' پڑھ کر ہمیں بھی ہمارا زمانہ طالب علمی والا اسی طرح کا ایک واقعہ یاد آ گیا۔ 'آمنے سامنے' کے خطوط بہت مزیدار تھے۔ ہمارے خط کے نیچے اگلا خط بھی حاصل پور کا دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ شمارہ ۱۱۲۳ کی دستک میں ''بچوں کے ادب کا افتخار'' پڑھ کر ان کے لیے دعا دل سے نکلی۔ 'کڑا امتحان' معاشرتی کہانی تھی۔ پسند آئی۔ آسان علم دین کورس کا سبق نمبر ۱۳ بہت مفید رہا۔ 'تیقن کا نور' متوسط تھی۔ 'پھر سے گھڑی اور ہم' واہ واہ تھی۔ ہمارا خط نمایاں تھا۔ جی جی انعام مل چکا ہے، ہم نے ایک خط میں ذکر کر دیا ہے مگر ایک کتاب اس میں کم تھی۔ تین کے بجائے دو کتابیں تھیں۔

(مولانا محمد اشرف۔ حاصل پور)

ج: تیسری کتاب ''دو باتیں'' شائع ہی نہیں ہو سکی۔

☆ کافی جلد بازی میں لفافہ پوسٹ کروا رہی ہوں۔ بچوں کا اسلام کا ای میل ایڈریس ایسا ہونا

چاہیے جس کے بارے میں یقین ہو کہ یہاں تحریر وصول ہو گی۔ ڈاک خانے جا کر خاص طور پر پوسٹ کروانا مشکل لگتا ہے۔ اسی لیے آخری خط بھی ۲۰۲۲ء میں لکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ ادارے کے لیے آسانیاں فرمائے۔ ہمارے امتحانات ہیں دعاؤں کی درخواست ہے۔ (تماضر ساجد۔ صادق آباد)

ج: آپ ای میل کر کے پھر ہمیں ایک خط ڈاک کے ذریعے بھیج کر مطلع کر دیا کریں کہ خط ای میل کر دیا ہے، چیک کر لیں! تفنن برطرف آپ اپنا خط ای میل کر دیا کیجیے۔ پندرہ بیس دن میں تو چیک ہوتی ہی ہے ای میل۔

☆ محترم مدیر بھائی! آج سے قریباً پانچ ماہ قبل آپ کو ایک خط اور ایک تحریر بھیجی تھی جو شائع نہ ہو سکی۔ کسی بھی رسالے میں یہ میرا پہلا خط تھا جو شائع نہ ہو سکا۔ اب پانچ ماہ بعد دوبارہ کوشش کی ہے۔ ایک خط اور ایک نظم آپ کو بھیج رہا ہوں، امید ہے کہ شائع ہو جائے گی۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ صرف مشہور شاعر حضرات کی ہی نظمیں شائع کرتے ہیں لیکن میں آپ کو بتا تا چلوں کہ میں اب تک سولہ نظمیں لکھ چکا ہوں۔ اگر آپ میری یہ نظم شائع کریں گے تو ان شاء اللہ میں ایک ایک کر کے ساری نظمیں آپ کو ارسال کر دوں گا اور ایک مشہور شاعر بن سکوں گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین (سید محمد احمد عباسی۔ لاہور)

ج: ہم صرف ''مشہور'' شعرا ہی کی نہیں بلکہ واقعی جو شاعر ہیں ان کی نظمیں شائع کرتے ہیں، متشاعر کی نہیں۔ نیز جو رسالے کی پالیسی کے مطابق بھی ہوں۔ آپ کی نظمیں نگاہ سے نہیں گزریں، دیکھتے ہیں۔

☆ ''اپنا گھر'' کہانی پڑھی، بہت زبردست تھی۔ میر حجاز سیرت کا سلسلہ بہت زبردست چل رہا ہے۔ آمنے سامنے کی محفل میں شریک ہوئے لیکن اپنا خط نہ پا کر چہرہ مرجھا سا گیا۔ باقی شمارہ بھی ماشاء اللہ بہت ہی اچھا تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خیریت سے رکھے، آمین! (ایمن افضل۔ کراچی)

ج: چلیے اب مرجھائے ہوئے چہرے کو تروتازہ کر لیجیے۔

☆ شمارہ ۱۱۲۲ میرے سامنے ہے۔ 'میں نہیں بدل سکتا' پڑھی۔ 'کھرا کھوٹا' پڑھ کر اچھا سبق ملا۔ 'ہمت کا پہاڑ' آگے پڑھنے کی تمنا تھی جو اللہ تعالیٰ نے پوری کر دی۔ 'جادو کا رنگ کہاں گیا' بہت مزے دار تھی۔ آمنے سامنے میں اپنا خط دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ میرے پچھلے خط کے جواب میں آپ نے لکھا تھا کہ اب میرے دوسرے خط کا انتظار ہے تو اب ان شاء اللہ میں ہر شمارے کے اوپر خط لکھوں گا۔ شمارے میں میرا نام رشید احمد لکھا ہوا تھا جب کہ میرا نام شہید احمد ہے۔ اللہ تعالیٰ بچوں کا اسلام کی بہار کو ہمیشہ قائم رکھے۔ (شہید احمد۔ بلال گنج، لاہور)

ج: ٹھیک ہے شہید احمد! آئندہ آپ کا نام درست لکھا جائے گا۔

مسکراہٹ کے پھول

☆......ایک شخص دوست سے: ''ایک دن سڑک پر ایک شخص کسی عورت کو جھڑک رہا تھا۔ مجھے بہت غصہ آیا۔ میں نے اس کو کہا تمھیں شرم نہیں آتی، عورتوں سے زبان چلاتے ہو۔ مرد ہو تو کسی مرد سے لڑو۔''

''اچھا پھر کیا ہوا؟'' دوست نے دلچسپی سے پوچھا۔

''جب مجھے ہوش آیا تو میں اسپتال میں تھا۔'' افسردگی سے اس نے جواب دیا۔

☆......ایک آدمی نے دکان سے برقی چولھا خریدا۔

دکان دار نے کہا: ''یہ چولہا بہت اچھا اور پائیدار ہے۔ بس اتنی احتیاط کرنا کہ اپنے پڑوسی کو نہ دینا۔''

اس آدمی نے منہ بناتے ہوئے چولھا واپس رکھ دیا۔

''کیا ہوا، کیا پسند نہیں آیا؟'' دکان دار نے پوچھا۔

''نہیں، مشکل یہ ہے کہ یہ چولھا میرے پڑوسی نے ہی منگوایا ہے اور ظاہر ہے میں اس کا پڑوسی ہوں۔''

☆......لڑکا: ''میرا بھائی پانی کے اندر پانچ منٹ تک رہ سکتا ہے۔ دوسرا لڑکا: ''یہ کون سی بڑی بات ہے میرے چاچو تو پانی میں پورے آدھا گھنٹہ رہ سکتے ہیں۔''

تیسرا لڑکا: ''وہ کون سا تیر مارتے ہیں۔ سب سے زیادہ بہادر تو میرے ماموں ہیں۔ تین مہینے پہلے انھوں نے دریا میں چھلانگ لگائی تھی۔ ابھی تک پانی میں ہی بیٹھے ہوئے ہیں۔ باہر بھی نہیں نکلے۔''

☆......بیوی نئے سوٹ کے لیے ضد کر رہی تھی۔ میاں نے سمجھایا: ''بیگم تمھاری الماری کپڑوں سے بھری پڑی ہے۔ خواہ مخواہ پیسے ضائع کرنے کا کیا فائدہ ہے؟''

''وہ سب تو محلے والوں نے دیکھ رکھی ہیں۔'' بیوی نے اٹھلاتے ہوئے کہا۔

''اچھا چلو پھر یوں کرتے ہیں کہ محلہ ہی بدل لیتے ہیں۔'' شوہر بولا۔

☆......استاد: پانچ پھلوں کے نام بتاؤ؟

شاگرد: دو سیب اور تین مالٹے۔

☆......استاد: مشہور لڑائیوں کے متعلق بتاؤ؟

شاگرد: امی نے گھر کی باتیں باہر بتانے سے منع کر رکھا ہے۔

☆......استاد: گائے مفید ہے یا بکری؟

شاگرد: میرے خیال میں بکری مفید ہے کہ گائے نے ایک دفعہ مجھے ٹکر ماری تھی۔

☆......استاد: گدھے کی کتنی ٹانگیں ہوتی ہیں؟

شاگرد: سر یہ تو کوئی بے وقوف بھی بتا سکتا ہے۔

استاد: اسی لیے تو تم سے پوچھ رہا ہوں۔

☆......ماں: منے! یہ دروازے پر گندے ہاتھوں کے نشانات تمھارے ہیں؟

بیٹا: جی نہیں امی جان! میں تو لات مار کر دروازہ کھولتا ہوں۔

انتخاب: حفصہ صفدر، اقصیٰ صفدر۔ کوٹ اسلام

☆......مالک: ''اب تک تم سے مچھر نہیں مارے گئے، میرے کانوں میں گنگنا رہے ہیں۔''

نوکر: ''صاحب جی! میں نے تو سارے مچھر مار دیے ہیں، یہ تو ان کی بیویاں ہیں جو بیوہ ہو کر رو رہی ہیں۔''

☆......شوہر: ''میں تنگ آ گیا ہوں! تم ہمیشہ میرا گھر، میری کار، میرا فریج، غرض میرا میرا کرتی رہتی ہو، کبھی ہمارا بھی کہا کرو! اب الماری میں کیا ڈھونڈ رہی ہو؟''

بیوی: ''ہمارا ڈوپٹا۔''

انتخاب: اقرا فرید۔ پنڈی گھیب، ضلع اٹک

اٹلانٹس پبلکیشنز

اشتیاق احمد کے سنسنی خیز، ہنگامہ آرا، مزاح اور جاسوسی سے بھرپور ناول

پیکٹ کا راز	300/-
پیکٹ کا راز (رومن)	300/-
ان کے کارنامے	300/-
چھپا رستم	300/-
شیشے کا بکس	300/-
تہہ خانے کا راز	300/-
بھوت کا شکار	300/-
فرضی چور	300/-
زہریلے چاکلیٹ	300/-
بے آواز دھماکے	300/-
پانچ قدم پر موت	300/-
حاتم کا باپ	300/-
ڈاکو کا وار	300/-
طوطے کی موت	350/-
نوکھی چوری	300/-
پارسل میں بم	300/-
پراسرار خط	300/-
جیل سے فرار	300/-
جراب کا ہنگامہ	300/-
تجوری کے چور	300/-
انگوٹھی کا راز	300/-
عمارت میں بم	300/-
قاتل قصبہ (پیتل کا مجسمہ)	300/-
لفافے کا راز	300/-
گھناؤنا کیمپ	300/-
کالا طوفان	300/-
اندھی قید	300/-
خوفزدہ آدمی	300/-
جنگل کا قانون	300/-
خونی پہاڑیاں	300/-
لنگڑی سازش	300/-

خونی کیمپ	300/-
دوسری عدالت	300/-
خونی تجربہ	300/-
مخلص قاتل	300/-
قلمی مہمان	300/-
خطوط کا فریب	300/-
گمنام ہمدرد	300/-
سازش کا شکار	300/-
بوڑھا چہرہ	300/-
حویلی کا اسرار	300/-
ہیٹ والا	300/-
نوٹ بک	300/-
وادیٔ مرجان	300/-
ریچھ نما آدمی	300/-
چائے کا کپ	300/-
کار کی تلاش	300/-
ہیرا دیوی	300/-
انوکھی چال	300/-
چال کا جواب	300/-
نیلاب پل	300/-
آخری تصویر	300/-
زخمی	300/-
جرم کا راستہ	300/-
ستاروں کا کھیل	300/-
سیاہ فام	300/-
کھردری آواز	300/-
انشارجہ کا جاسوس	300/-
موت کی مشین	300/-
منصوبے کا قاتل	300/-
بہت بڑی بلا	300/-
اوچھا وار	300/-

پستول والا	300/-
سر پھرے	300/-
کالا کنواں	300/-
غلام وادی	300/-
غریب ہیرے	300/-
بھیانک رُوپ	300/-
بدنصیب ہوٹل	300/-
چاٹ کا چکر	300/-
مجرم کی دعوت	300/-
سازشی مہربان	300/-
کانسی کا مجسمہ	300/-
خاموش ہتھیار	300/-
اندھا ظلم	300/-
شوبرا ساحل	300/-
حاتم کا بچہ	300/-
ہنگاموں کا شہر	300/-
کس کا ہاتھ	300/-
قانونی کھیل	300/-
سی مون	300/-
لڑکی کا چہرہ	300/-
مقدس آگ	300/-
سابونی کے غلام	300/-
مہنگی سیر	300/-
موت کا تجربہ	300/-
ملک کا دماغ	300/-
مردے چور	300/-
چیخ کا قتل	300/-
ظہور کا اغوا	300/-
ناسور	300/-
غلط آدمی	300/-
موناکا کے قیدی	300/-

موناکا کے دیس میں	300/-
گیند کا طوفان	300/-
قاتل خاکہ	300/-
انوکھا روپ	300/-
انسانی کنواں	300/-
باغی کیمپ	300/-
سیاہ اموات	300/-
کیسے کیسے سانپ	300/-
نامعلوم سائنسدان	300/-
کالا چور	300/-
دوزخی مجرم	300/-
خونی خزانہ	300/-
آٹھواں آدمی	300/-
ٹرین کی تلاش	300/-
نیلا گھوڑا	300/-
آخری جھٹکا	300/-
مٹیشا کی آمد	300/-
مٹیشا کی واپسی	300/-
ہزار سال کا شہر	300/-
جی موف کا وار	650/-
گینڈا گروہ	650/-
بمٹالی کا میدان	650/-
جی موف کی واپسی	600/-
جمشید کی واپسی	550/-
سوفیصد جیرال	600/-
جمشید پر کیس	600/-
سانپ کی آستین	650/-
جمشید کا وار	650/-
ایجاد کا خون	300/-
فریبی مجرم	300/-
چھوٹا مجرم	300/-

زندہ مقتول	650/-
خونیں ڈرامہ	300/-
فراڈ	300/-
شہزادے کا اغوا	300/-
عیار	300/-
آگ ہی آگ	300/-
چور دروازہ	300/-
اُڑتی لاش	300/-
سب سے بڑا ڈاکا	300/-
مجرمانہ قدم	300/-
کہانی کے مجرم	300/-
خوف کی بستی	300/-
ڈرامے کی آگ	300/-
زندہ قبرستان	300/-
قبرستان کی موت	300/-
وار پر وار	300/-
راڈیا کا قتل	300/-
یقینی خطرہ	300/-
قیدی کا اسرار	300/-
دوہرا روپ	300/-
دو تیر ایک شکار	300/-
گھناؤنا کھیل	300/-
بھوت محل	300/-
خطرے پہ خطرہ	300/-
قاتل کے بال	300/-
جرم کی آواز	310/-
جرم کی موت	330/-
چوری کا ہنگامہ	300/-
دعوت کا بھوت	300/-
موت کا سفر	300/-
جان لیوا مخلوق	310/-

زبردست ڈسکاؤنٹ آفر

منصوبہ ساز	310/-
خوف کی قید	310/-
صرف ایک گولی	350/-
فائل 119	310/-
شیطانی طاقت	350/-
چالاک	310/-
کیسی وارداتیں	350/-
چوریاں	350/-
سرجال کی روح	310/-
قاتل	310/-
جونات	300/-
فائل کا دھماکا	200/-
بلیک گولڈ	200/-
ہمشکل سازش	200/-
مجرم منصوبہ	200/-
دائرے میں خوف	200/-
چالباز	200/-
ہیرو کا دشمن	200/-
اندھیرے کے سوداگر	200/-
پرانے شکاری نیا جال	200/-
قتل کی پیشکش	200/-
نیلا خون	200/-
مجرم کا چہرہ	200/-
جمشید کی شکست	350/-
پروفیسر ولاسکی	400/-
شترمرغ کا اغواء	450/-
فاروق کی روح	300/-
سازشی دیوتا	400/-
چاند کی لاش	450/-
جیرال تین	450/-
گھریلو شکار	400/-
سازش کا تیر	400/-
ریاست کا مجرم	400/-
نقلی گھرانہ	400/-

مردے کی چوری	400/-
سبران کا بھوت	400/-
لاش کا قتل	420/-
آواز کا جادوگر	420/-
جرم کی لڑی	450/-
سانپ سازش	400/-
قاتل کا شکار	400/-
پاگل واپسی	400/-
ریشمی پرچھائیں	400/-
سورانو کا قتل	430/-
پرہول مہم	400/-
قلعہ نما مکان	400/-
ناٹی شاٹی	400/-
شیشے کی سازش	400/-
ایجاد کے دہشتگرد	400/-
آسمانی آوازیں	450/-
قتل کا خون	400/-
خونخوار ساحل	400/-
سمندر کا ہنگامہ	400/-
انگلی کا خوف	400/-
مُڈاس اور برازیہ	400/-
سیاہ کہانی	400/-
ژال منصوبہ	400/-
انسپکٹر جمشید کا اغوا	400/-
کٹی ہوئی اُنگلی	400/-
نواب پور کا محل	450/-
تخت یا تختہ	450/-
آخری جیرال	580/-
لمحے کی موت	630/-
موت گھر	زیرِ طبع

میری کہانی
اشتیاق احمد کی مفصل آپ بیتی
1080/-

شوکی سیریز

انڈونیشیا کا ہوّا	300/-
گڑھے میں لاش	300/-
وار	300/-
نیلی روشنی	300/-
فون کی چوری	240/-

انسپکٹر کامران مرزا سیریز

آستین کا سانپ	300/-
سُرخ تیر	890/-

عمران سیریز

عِمران کی واپسی	400/-

متفرق ناولٹ

جاسوس کہیں کا	350/-
احمق کہیں کا	200/-
مصنف کہیں کا	200/-
حملہ	200/-
ڈاکو اور ڈاکٹر	200/-
دوستی کا چور	200/-
آخری امتحان	200/-
فراڈیے	210/-
بے داغ منصوبہ	210/-
بیٹے کی قیمت	210/-
موت کا گڑھا	210/-

بڑوں کے ناول

آدھی بیوی	490/-
زخم مسکرائے	680/-

اشتیاق احمد کی کہانیوں کے مجموعے

تعلیم و تربیت کہانیاں I	790/-
تعلیم و تربیت کہانیاں II	1090/-
نونہال کہانیاں I	790/-
نونہال کہانیاں II	890/-

خاص نمبر

خون کا سمندر	ناول نمبر 45 سے 49	650/-
ملاشا کا زلزلہ	دوسرا خاص نمبر	990/-
شیطان کے پجاری	تیسرا خاص نمبر	650/-
جزیرے کا سمندر	دسواں خاص نمبر	690/-
بیگال مشن	چودھواں خاص نمبر	700/-
خطرناک دس	ناول نمبر 227 سے 230	1200/-
ژابنائے مہم	پندرھواں خاص نمبر	1790/-
سی مون کی واپسی	سولہواں خاص نمبر	1990/-
باطل قیامت	سترہواں خاص نمبر	1390/-
سنہری چٹان	اٹھارہواں خاص نمبر	1700/-
سمندر کا دروازہ	اکیسواں خاص نمبر	1290/-
دفن شدہ شہر	چوبیسواں خاص نمبر	1990/-
منصوبے کا اغوا	چھبیسواں خاص نمبر	1390/-
اغوا کی ملکہ	اٹھائیسواں خاص نمبر	1590/-
برف کے اس پار	تیسواں خاص نمبر	1790/-
دلدل کا سمندر	اکتیسواں خاص نمبر	1790/-
قیامت کے باغی	بتیسواں خاص نمبر	1790/-
دنیا کے اس پار	اڑتیسواں خاص نمبر	1590/-
سونے کا جہاز	انتالیسواں خاص نمبر	1790/-
خزانے کی روح	چالیسواں خاص نمبر	1790/-
غار کا سمندر	چوالیسواں خاص نمبر	1900/-
حیرت کا سمندر	پینتالیسواں خاص نمبر	1790/-
بگران کا جال	پچاسواں خاص نمبر	1590/-
سازش کا اژدھا	پچپن تا ستاونواں خاص نمبر	870/-
غلامی کا سمندر	انسٹھواں خاص نمبر	500/-
بٹوما کے شیطان	ساٹھواں خاص نمبر	690/-
پہاڑ کا سمندر	باسٹھواں خاص نمبر	850/-
روبوٹ کی لاش	تریسٹھواں خاص نمبر	540/-
بادلوں کے اس پار	چونسٹھواں خاص نمبر	1260/-
فائل کا انتقام (فائل کا اغوا + فائل کی واپسی)	آخری خاص نمبر	700/-

The Doomsday Deception
Rs 2385/- باطل قیامت کا انگریزی ترجمہ

1000 تک کی کتابیں 800 میں	2000 تک کی کتابیں 1580 میں	3000 تک کی کتابیں 2340 میں
4000 تک کی کتابیں 3080 میں	5000 تک کی کتابیں 3800 میں	6000 تک کی کتابیں 4500 میں
7000 تک کی کتابیں 5180 میں	8000 تک کی کتابیں 5840 میں	9000 تک کی کتابیں 6480 میں
10000 تک کی کتابیں 7100 میں	15000 تک کی کتابیں 10500 میں	20000 تک کی کتابیں 13800 میں
25000 تک کی کتابیں 17000 میں	30000 تک کی کتابیں 20100 میں	35000 تک کی کتابیں 23000 میں

گھر پر منگوانے کیلئے
فون: 021-35050786، 0300-2472238
واٹس ایپ میسج: 0348-2568546
www.facebook.com/InspectorJamshed
www.atlantispublications.com.pk